شوال المکرم ۱۴۴۶ھ اپریل ۲۰۲۵ء
APRIL-2025 Rs. 30/-

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

مدیر اعلیٰ ... مدظلہ العالی

اس شمارہ میں

جذباتی طرزفکر
وقت ہے خود کو بدلنے کا
یہ بل! وقف املاک پر شب خون
دینی تعلیم کی اہمیت وافادیت
بات اب قبروں تک آپہنچی ہے
اعلیٰ حضرت کی بے مثال شاعری
شوال المکرم! چند اہم فضائل ومسائل
قوم مسلم کو درپیش چیلنجز اور ان کا حل
امانت داری ایمان والوں کی بہترین صفت
بنات اسلام! ارتداد کے نرغے میں
امام احمد رضا سے اختلاف کیوں نہیں کر سکتے؟
ملت اسلامیہ کی رہنمائی میں امام احمد رضا کی تحریکات
علامہ رئیس احمد خان حامدی! حیات وخدمات
موبائل فون! نسل نو کے لئے موجودہ دور کا ایک بڑا فتنہ

مُدِیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

مرکز الدراسات الإسلامية جامعة الرضا بریلی شریف یو پی، ہند

CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA

MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)

Imam Ahmad Raza Trust

82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)

مام احمد رضا ٹرسٹ

سوداگران رضا نگر بریلی شریف یوپی (الہند)

E-mail: imamahmadrazatrust@aalaahazrat.com
imamahmadrazatrust@yahoo.co.in
Website: www.aalaahazrat.com, jamiaturraza.com, hazrat.org

Contact No. +91 0581 3291453
+91 9897007120
+91 9897267869

State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597

HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 5020000472
IFSC Code : HDFC000

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکس حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی

محمد اختر رضا

خاں قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی

محمد عسجد رضا

خاں قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

Vol. 10 | جلد نمبر ۱۰

اپریل ۲۰۲۵ء | شوال المکرم ۱۴۴۶ھ

Issue No. 4 | شمارہ نمبر ۴

قیمت فی شمارہ ۳۰ روپئے	سالانہ ۳۵۰ روپئے سادہ ڈاک سے	سالانہ ۶۰۰ روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے	پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ر روپئے	امریکہ اور دیگر ممالک سے ۱۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوز شدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

تزئین کار: عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا | محمد تمہید خان عرشی فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ر سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:

sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com

Visit Us:

www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003

Contact Numbers

0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ر سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

کالم	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ	شوال المکرم! چند اہم فضائل ومسائل	محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی	۵
اسلامیات	قوم مسلم کو درپیش چیلنجز اور ان کا حل	ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن	۷
☜	دینی تعلیم کی اہمیت وافادیت	مولانا محمد مبارک حسین ازہری	۱۱
☜	امانت داری ایمان والوں کی بہترین صفت	حافظ افتخار احمد قادری	۱۵
احوال وطن	بات اب قبروں تک آپہنچی ہے	مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی	۱۸
☜	یہ بل! وقف املاک پر شب خون	پرویز عالم	۲۰
احوال قوم وملت	وقت ہے خود کو بدلنے کا	مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی	۲۳
☜	بنات اسلام! ارتداد کے نرغے میں	عالمہ ذکریٰ امجدی واسطی	۲۵
☜	موبائل فون! نسل نو کے لئے موجودہ دور کا ایک بڑا فتنہ	عالمہ فردوس جبیں امجدی	۲۶
☜	جذباتی طرز فکر	مولانا خلیل احمد فیضانی	۲۸
رضویات	اعلیٰ حضرت کی بے مثال شاعری	مولانا محمد زاہد علی مرکزی	۳۱
☜	امام احمد رضا سے اختلاف کیوں نہیں کر سکتے؟	مفتی جمیل احمد قادری	۳۴
☜	ملت اسلامیہ کی رہنمائی میں امام احمد رضا کی تحریکات	غلام مصطفیٰ رضوی	۴۹
اسلاف واخلاف	علامہ رئیس احمد خان حامدی! حیات وخدمات	ڈاکٹر معین احمد خان بریلوی	۳۷
ترغیبات	فکر آخرت	علامہ مفتی محمد صالح بریلوی قادری	۴۰
ادبیات	منقبت نگاری کی اہمیت وافادیت	علامہ سید اولاد رسول قدسی	۴۴
منظومات	جلوۂ اسوۂ سرکار خیالوں میں رہے	مولانا محبوب گوہر اسلام پوری	۵۱
☜	پھر مجھے گنبد خضریٰ کی زیارت ہوگی	قاری نعیم الدین قادری	۵۱
☜	چرخ دین کے مہر تاباں ہیں امام احمد رضا	علامہ سید اولاد رسول قدسی	۵۱
☜	اہل سنت کے لئے شوکت امام احمد رضا	سید خادم رسول عینی	۵۱
خیر وخبر	سرزمین ناسک پر پہلی بار جشن امام اعظم	محمد عبید رضا حنفی	۵۲
☜	جامعہ قادریہ کنز الایمان کا انیسواں جشن دستار حفظ وقرأت	شاہ مخدوم رضا اشرفی	۵۳
☜	اوقاف کی نوعیت خالص مذہبی	شیخ اسماعیل ازہری	۵۴

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

شوّال المکرم! چند اہم فضائل ومسائل

شوال المکرم اسلامی سال کا دسواں مہینہ ہے، جو اپنے جلو میں ''عید'' جیسی خوشیاں لے کرآتا ہے، جس میں اللہ رب العزت بندوں کو مسلسل ایک مہینے کی محنت کا صلہ عطا فرماتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب عید الفطر کی رات آتی ہے تو فرشتے خوشیاں مناتے ہیں اور اللہ عزوجل اپنے نور کی خاص تجلی فرماتا ہے، فرشتوں سے فرماتا ہے: اے گروہِ ملائکہ! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے کام پورا کرلیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اس کو پورا اجر دے دیا جائے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ (اصبہانی)

شب عید الفطر کی نماز

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو عیدین کی راتوں میں قیام کرے اس کا دِل نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مریں گے۔ (ابن ماجہ)

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو پانچ راتوں میں شب بیداری کرے، اس کے لئے جنت واجب ہے، ذی الحجہ کی آٹھویں، نویں، دسویں راتیں، عید الفطر کی رات اور شعبان کی پندرہویں رات یعنی شب برأت۔

منقول ہے کہ چار رکعات اپنے گھر میں پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص اکیس اکیس بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا اور دوزخ کے ساتوں دروازے بند کردے گا اور یہ شخص موت سے پہلے جنت میں اپنا مکان دیکھ لے گا۔ نیز جو شخص عید کی شب میں بعد نماز عشا چار رکعات دوسلام سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس تین تین بار پڑھے اور بعد نماز ستر بار کلمہ تمجید پڑھ کر اپنے گناہوں سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس نماز کی برکت سے اس کے گناہ معاف فرما کر اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

یوم عید الفطر

شوال کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے جس کو یوم الرحمہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نظر رحمت فرماتا ہے، عید کا دن گناہوں کی مغفرت کا دن ہے، اس دن روزہ رکھنا حرام ہے، حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ چند کھجوریں ہی تناول فرمالیتے جو تعداد میں طاق ہوتیں۔

روایتوں میں آیا تا ہے کہ اسی روز اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا الہام فرمایا تھا، اسی دن اللہ رب العزت نے جنت پیدا فرمائی اور درختِ طوبیٰ کو پیدا کیا، نیز اسی دن کو اللہ نے سیدنا حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے لئے منتخب فرمایا اور اسی دن میں فرعون کے جادوگروں نے توبہ کی تھی۔ (مکاشفۃ القلوب، صفحہ ۶۹۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو جس

نے ماہِ رمضان میں روزے رکھے، عید الفطر کی رات میں پورا پورا اجر عطا فرما دیتا ہے اور عید کی صبح فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور ہر گلی، کوچہ اور بازار میں اعلان کر دو (اس آواز کو جن وانس کے علاوہ تمام مخلوق سنتی ہے) کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتیو! اپنے رب کی طرف بڑھو وہ تمہاری تھوڑی نماز کو قبول کر کے بڑا اجر عطا فرماتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے پھر جب لوگ عیدگاہ روانہ ہو جاتے ہیں اور وہاں نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس وقت کسی دعا اور کسی حاجت کو رد نہیں فرماتا اور کسی گناہ کو بغیر معاف کئے نہیں چھوڑتا اور لوگ اپنے گھروں کو اس حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کی بخشش ہو چکی ہوتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین، صفحہ ۴۰۵)

حضور اکرم سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عید کے دن تین سو بار یہ دعا پڑھی: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ (یعنی اللہ پاک ہے اور اسی کی حمد ہے) پھر اس کا ثواب تمام مسلمان مُردوں کو بخش دیا، تو ہر قبر میں ایک ہزار انوار داخل ہوں گے اور جب یہ آدمی فوت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں بھی ایک ہزار انوار داخل فرمائے گا۔ (مکاشفۃ القلوب، صفحہ ۶۹۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو عید کے دن دیکھا، اس کی قمیض پرانی تھی، تو رو پڑے، اس نے کہا: آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: اے بیٹا! مجھے خطرہ ہے عید کے دن تیرا دل ٹوٹ جائے گا، جب بچے تمہیں یہ پُرانی قمیض پہنے دیکھیں گے، اس نے کہا: دل اس کا ٹوٹتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہ ہو، یا اس نے ماں باپ کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ کی رضا کے باعث اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور اسے سینہ سے لگا لیا اور اس کے لیے دعا کی۔ (مکاشفۃ القلوب، صفحہ ۶۹۳)

یوم عید کے مستحبات

عید کے دن یہ اُمور مستحب ہیں: حجامت بنانا، ناخن تراشنا، مسواک کرنا، غسل کرنا، اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، صبح کی نماز محلہ کی مسجد میں پڑھنا، عیدگاہ جلد جانا، نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا، عیدگاہ کو پیدل جانا، دوسرے راستے سے واپس آنا، نماز کو جانے سے پیشتر طاق عدد کھجوریں کھانا، کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھانا۔

شوال کے روزے

شوال کے مہینے میں چھ دن کے روزے جنہیں لوگ شش عید کے روزے کہتے ہیں، اس کا بڑا ثواب ہے، بہتر یہ ہے کہ روزے متفرق رکھے جائیں اور عید کے بعد لگاتار چھ دن میں ایک ساتھ رکھ لئے جائیں تب بھی حرج نہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر ان کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے پورے سال کا روزہ رکھا۔

حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے تو اس نے پورے سال کا روزہ رکھا کہ جو ایک نیکی لائے گا اسے دس ملیں گی تو ماہِ رمضان کا دس مہینہ کے برابر اور ان چھ دِنوں کے بدلے میں دو مہینے تو پورے سال کے روزہ ہو گئے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو گناہوں سے ایسا نکل گیا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (طبرانی)

اسلامی تہوار کی خصوصیات

یوں تو دنیا کی سبھی قومیں مختلف مواقع پر اجتماعی تہوار اور خوشیاں مناتی ہیں، جن میں وہ عیش وعشرت، نغمہ وسرود اور شراب وشباب مگن رہتے ہیں۔ ان کے تہوار ایک طرح سے ان کے ذہنی تعیش کے ساز وسامان ہوتے ہیں، جبکہ اسلامی تہوار اللہ ورسول کی رضا وخوشنودی کے حصول کے بڑے مواقع ہوتے ہیں، ان تہواروں کا انعقاد ہی اللہ اور اس کے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بقیہ ص ۲۲ پر

* مضمون نگار رضائے مصطفیٰ مسجد گیورائی، بیڑ مہاراشٹر کے امام وخطیب ہیں۔

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن*

قومِ مسلم کو درپیش چیلنجز اور اِن کا حل

اسلام ایک عالمگیر آفاقی مذہب، کامل واکمل دِین، اَبدی ضابطۂ حیات اور اَمن وسلامتی کا علمبردار ہے، اسلام اتحاد، اتفاق اور یکجہتی کی دعوت ودَرس دیتا ہے، اتحاد کا معنی آپس میں متحد واکٹھے ہوکر رہنا ہے، لفظِ اتحاد اتنا جامع واکمل ہے جو اپنے اندر مَعانی کا ایک سمندر لیے ہوئے ہے، اتفاق واتحاد کی بدولت اِنفرادی، فکری، مُعاشَرتی، اقتصادی، علمی وفنی اور سائنسی قوت میں یکجہتی حاصل ہوتی ہے، باہمی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں اور بہترین فِضا قائم ہوتی ہے۔

اِتحاد ہر طرح کی سعادت وبھلائی کی بنیاد، انسانیت کی تعمیر وترقی کا سُتون، مُعاشی ومُعاشرتی کثیر فوائد، کسی بھی ملک وقوم کے لیے راحت وسُکون، ترقی وکامیابی کا سبب اور ایک عظیم وعمدہ نعمت ہے، خالق کائنات نے اتحاد کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (۱) سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رَسّی مضبوط تھام لو اور آپس میں فرقوں میں نہ بٹ جانا۔"

یعنی دینِ اسلام کے اُصول وقواعد اور اللہ ورسول کے فرامین پر عمل پیرا رہنا ہے؛ کیونکہ اتفاق وہی اچھا ہے جو اللہ ورسول کی اِطاعت پر کیا جائے، ان کا راستہ چھوڑ کر اتفاق اتفاق نہیں، بلکہ کمزوری وبدبختی ہے۔

آج مسلمانوں کی نااتفاقی اور باہمی اِفتراق بھی ایک بہت بڑا چیلنج (Challenge) ہے، جس کے سبب عالم کفر ہر سمت سے مسلمانوں کی تباہی وبربادی کے درپے ہے، جس کی نشاندہی احادیثِ مبارکہ میں کی گئی ہے، حضرت سیّدنا ثَوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا۔ عنقریب دیگر اقوام تم پر یُوں ٹُوٹ پڑیں گی، جیسے بھوکا کھانے سے بھرے پیالے پر ٹُوٹتا ہے۔"

کسی نے عرض کی کہ کیا ایسا ہماری قلّت کے باعث ہوگا؟ فرمایا:

"بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ۔ بلکہ اُن دنوں تم اکثریت میں ہوگے، لیکن ایسے بےکار ہوگے جیسے سیلاب کا لایا ہوا کُوڑا! اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رُعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں بزدلی ڈال دے گا! سائل عرض گزار ہوا کہ یا رسولَ اللہ! بزدلی کیا ہے؟ فرمایا: حُبُّ الدُّنْيَا، وَكَرَاهِيَةُ الموتِ۔ (۲) دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا۔"

لہٰذا ضروری ہے کہ تمام مسلمان اپنے باہمی اختلافات بھلا کر، اتفاق واتحاد کی لڑی میں جُڑ جائیں اور کفّار کے آلۂ کار بن کر کہیں بھی مسلمانوں کے خلاف کسی بھی قسم کی کارَوائی میں شریک نہ ہوں، بلکہ جہاں کہیں مسلمانوں پر حملہ ہو تو تمام مسلمان مل کر ان کی مدد کریں! ہمارے کسی بھی مسلمان ملک یا مسلمان بھائی کو تکلیف، پریشانی یا کوئی بھی مصیبت پیش آئے، تو دنیا بھر کے تمام مسلمان اور مسلم ممالک اسے اپنی تکلیف سمجھیں؛ کہ مسلمان سب ایک جان کی مانند ہیں، حضرت سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا:

*مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظہبی کے مفتی ہیں۔

"المؤمنُ لِلمُؤمِنِ کَالبُنیانِ، یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضاً۔ مسلمان مسلمان کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے کے سہارے مضبوط رہتا ہے۔"

رحمت عالمیان ﷺ نے یہ فرما کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کر کے اشارہ فرمایا۔ (۳) لہٰذا ہم مسلمانوں کو باہم تعاون و مدد کرنی ہے، چاہے وہ ہمارا رشتہ دار ہو، یا پڑوسی، شہری، ہم وطن یا دینی بھائی ہو، اسی طرح ہر اسلامی ملک دیگر اسلامی ممالک کی، ہر مصیبت و پریشانی وناگہانی آفات وتکالیف میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے؛ کہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔

اِقتصادی زبوں حالی

آج اُمّتِ مسلمہ کو جن چیلنجز کا سامنا ہے، ان میں سے ایک مسلم ممالک کی اِقتصادی زبوں حالی (Current Economic Situation) بھی ہے، اللہ تعالیٰ پر توکّل وبھروسا کے بجائے، کفّار ومشرکین سے مدد کی امید قائم رکھنا بھی، اس مصیبت کی ایک بڑی وجہ ہے، حالانکہ جب یہ حکمِ خداوندی نازل ہوا:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔ (۴) اے ایمان والو! مشرک نِرے ناپاک ہیں، تو اس برس کے بعد وہ مسجدِ حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔"

نہ حج کے لیے، نہ عمرہ کے لیے اور اس سال سے مراد ۹ ہجری ہے اور مشرکین کے منع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان ان کو روکیں! اس پر کچھ لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ مشرکین کو حج سے روک دینے سے تجارتوں کو نقصان پہنچے گا اور اہلِ مکّہ کو مالی تنگی پیش آئے گی" (۵) تب انہیں بتایا گیا:

"وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ۔ (۶) اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے، عنقریب اللہ اگر چاہے تو اپنے فضل سے تمہیں دَولت مند کر دے گا۔"

حضرت سیّدنا عِکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غنی کر دیا، بارشیں خُوب ہوئیں اور پیداوار بھی کثرت سے ہوئی، حضرت مُقاتل نے فرمایا کہ خطۂ یمن کے لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے اہلِ مکّہ پر اپنی کثیر دَولتیں خرچ کیں۔" اگر چاہے" فرمانے میں یہ تعلیم ہے، کہ بندے کو چاہیے کہ طلبِ خیر اور دفعِ آفات کے لیے، ہمیشہ اللہ کی طرف متوجہ رہے اور تمام اُمور کو اُسی پروردگار کی مشیت سے متعلق جانے۔" (۷)

اسلامی نظامِ معیشت اور امام احمد رضا

عالمِ اسلام کے عظیم مفکر ومدبّر، ماہرِ فقہِ اسلامی، و مُعاشیات و اِقتصادیات، امام اہلِ سنّت امام احمد رضا نے، اپنے ایک تاریخی فتویٰ میں مسلمانوں کو مُعاشی پسماندگی سے نکلنے کی تدبیر فلاح و اِصلاح اور نجات کے اُصول بیان کرتے ہوئے لکھا کہ" (مسلمان) اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے؛ کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت (پیشہ) وتجارت کو ترقی دیتے؛ کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ (Europe and America) والے چھٹانک بھر تانبا، کچھ صناعی کی گڑھنت کرکے، گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

تونگر (مالدار) مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بنک کھولتے، سُود شریعت نے حرامِ قطعی فرمایا ہے، مگر دیگر سَو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں، جن کا بیان کتبِ فقہ میں مفصَّل ہے، ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے؛ کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت بَرآتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں (ہندو) بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں، ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر مدیونی (مقروض) کی جائداد ہی لی جاتی، مسلمان ہی کے پاس رہتی، یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنیے چنگے" (۸) واقعی اگر آج بھی ان اُصول وضوابط پر ہم کاربند ہوجائیں، تو کچھ بعید نہیں کہ کامیابی، کامرانی اور خوشحالی ہمارے قدم چُومے۔

تکفیریت (مسلمان کو کافر کہنا)

عالم اسلام کو درپیش ایک بڑا چیلنج تکفیریت اور تکفیری سوچ بھی ہے، جس نے اسلام کی بنیادوں اور بنیادی اُصول کو نشانہ بنا رکھا ہے، تکفیری سوچ مکمل طور پر اسلام دشمن اور اسلام مخالف مکتبِ فکر ہے، بعض لوگ غلط تجزیہ و تحلیل کے ذریعے، تکفیری مکتبِ فکر کو اسلام سے نسبت دینے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تکفیری فکر کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں، سرورِ کائنات، فخرِ موجودات ﷺ ساری زندگی اصلاحِ اُمّت میں کوشاں رہے اور اسی کا درس بھی دیتے رہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر میدانِ عرفات میں اپنی اُمّت کو ایک یادگار و عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں تعلیماتِ اسلامیہ کی رَوشنی میں زندگی کا لائحہ عمل پیش کیا، اس خطبہ کا ہر ہر جملہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، ہر جملہ میں ہدایت و رہنمائی کے بہت سے پہلو نمایاں ہیں، اس خطبہ میں ایک اہم وصیت، یعنی انسانی جانوں کی حرمت بھی بیان فرمائی، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّاراً، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔ (۹) میرے بعد کفر کی طرف مت لَوٹ جانا، کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔"

محدثین کرام اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "کافروں جیسے مت ہو جانا، اسلام پر ثابت قدم رہنا اور مسلمانوں کی جان و مال کو مُباح (حلال) مت جاننا؛ کہ ان سے لڑائی کر کے انہیں قتل کرو اور ان کا مال چھینو! یہ کام مسلمان کا نہیں کفّار کا ہے۔" (۱۰)

کسی مسلمان کو کافر کہنا، گویا اس کے قتل کو حلال ٹھہرانا ہے

کسی بھی غلطی یا گناہ پر کفر کا فتویٰ لگانا، یا کسی کو کافر کہہ دینا، دین اسلام میں غُلو ہے، یہ کفر کا فتویٰ مسلمان کے جان و مال کی حلّت کا سبب بنتا ہے اور اسے دینِ اسلام سے جبراً خارج کرتا ہے اور یہ اُس مسلمان پر بہت بڑا ظلم ہے؛ کہ کسی کو کافر قرار دینے کے سبب، اس سے اس کی بیوی بھی جُدا ہو گی، وہ شخص وراثت کے حق سے بھی محروم ہو گا

مرنے کے بعد غسل و کفن، نمازِ جنازہ و دعا سے بھی محروم ہو گا اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں بھی دفن نہیں کیا جائے گا اور اُس پر مرتّب ہونے والے تمام اُمور و احکام کا ذمّہ دار وہ شخص ہو گا، جس نے اسے کافر قرار دیا۔

مسلمان کو کافر کہنا سخت حرام اور اسے قتل کرنے کے مترادِف ہے، حضرت سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيْهِ: يَا كَافِرُ! فَهُوَ كَقَتْلِهِ، وَ لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ۔ (۱۱) آدمی اپنے مسلمان بھائی کو "کافر" کہہ کر پکارے، تو یہ اسے قتل کرنے کے مترادِف ہے اور مؤمن پر لعنت کرنا بھی ایسا ہی ہے۔"

مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا بھی بے حد ضروری ہے، فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ "کسی کو بطورِ گالی کافر کہا تو وہ کافر نہ ہو گا اور اگر کافر جان کر کہا تو کہنے والا خود کافر ہو گیا" (۱۲) تو معلوم ہوا کہ مسلمان کتنا ہی گنہگار ہو اسے کافر نہیں کہہ سکتے اور جو مسلمان کو کافر کہے تو اسے حاکمِ وقت سزا دے، لہٰذا ہمیں اس سنگین جُرم سے ہمیشہ بچتے رہنا ہے۔

درپیش مسائل کا حل

اس ضمن میں درج ذیل تجاویز اہمیت کی حامل ہیں:

(1) عالم اسلام کو درپیش گلوبلائزیشن (مختلف ممالک کے درمیان مُعاشی تعلقات کا وہ پھیلاؤ جس کے نتیجے میں ایک عالمی معیشت وُجود میں آئی، جس نے ہر قومی معیشت کو دیگر معیشتوں کا محتاج بنا دیا ہے، کوئی بھی ملک خود کفیل نہیں، سب کو دوسرے ممالک کے ساتھ پیداواری اشیا کے تبادلے کی ضرورت پیش آتی ہے) کے چیلنج سے نمٹنے کے لیے، جامع پالیسی اور سفارشات مرتّب کر کے، ایک عالمگیر اسلامی بھائی چارگی پر مبنی نظریہ پیش کیا جائے، جو اُخوّت، مشترکہ مُعاشی و اقتصادی منڈی، اسلامک یو. این. او (United Nations Organization) پر مشتمل ہو۔

(2) حج کے موقع پر پورے عالمِ اسلام کی خارجہ پالیسی تشکیل دے کر، مستقبل کا مشترکہ لائحۂ عمل مرتّب کیا جائے۔

(3) نوجوان نسل کو گلوبلائزیشن (Globalization) کے مضرّ اثرات سے بچانے کے لیے، مسلم یوتھ پالیسی (Muslim Youth Policy) کے نام سے ایک نظامِ عمل تشکیل دے کر، انھیں بے راہ روی سے بچایا جائے۔

(4) سوشل میڈیا (Social Media) کے مثبت و منفی پہلوؤں کا اِحاطہ کرکے، نوجوانوں کو انٹرنیٹ (Internet) اور جدید ذرائعِ ابلاغ (Modern Media) کے مثبت اور درست سَمت استعمال کی جانب راغب کیا جائے۔

(5) گلوبلائزیشن (Globalization) کے چیلنج سے نمٹنے کے لیے مسلم نوجوانوں کو جدید عصری علوم اور سائنس وٹیکنالوجی (Science and Technology) سے آراستہ کرنے کے لیے، نصابِ تعلیم کو ہنگامی بنیادوں پر عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرکے، قدیم وجدید کا اِمتزاج پیدا کیا جائے۔

(6) دہشت گردی (Terrorism)، انتہا پسندی (Extremism) اور تکفیریت کے مُہلک زہر سے بچنے کے لیے، اسلام کے تصورِ امن وامان کی رَوشنی میں اسلام کی اصل رُوح اور تعلیمات کو دنیا کے سامنے اُجاگر کیا جائے، اس کے لیے عالمی سطح پر بالعموم اور ملکی سطح پر بالخصوص سیمینارز (Seminars)، مذاکرات اور کانفرنسز (Conferences) کا اہتمام کرکے، صالح بحث وتمحیص کے ذریعہ، اسلام کے آفاقی پیغامِ امن ومحبت کی ترویج کی جائے۔

(7) اسکولز (Schools)، کالجز (Colleges) اور یونیورسٹیز (Universities) کی سطح پر "درپیش عالمی مسائل اور دینِ اسلام" کے عنوانات پر مُباحثوں، تقریری وتحریری مقابلوں اور تحقیقی مقالہ جات کے ذریعے عالمِ اسلام کو وَحدت کی لڑی میں پَرونے کی کوشش کی جائے۔

(8) موضوعِ تحقیق کے ذریعے ایک راہِ عمل کا تعیُّن کرکے، محققین اور اسکالرز (Researchers and Scholars) کو نئے فکری زاویوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے، مزید تحقیق کی طرف راغب کیا جائے۔

ان کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً رُونما ہونے والے حالات، واقعات اور جدید درپیش مسائل پر علما، مشایخ اور مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے ماہرین سے رَہنمائی حاصل کرکے، ان چیلنجز (Challenges) کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

اے اللہ! تمام مسلمانوں کو باہمی اختلافات سے محفوظ فرما، ہم سب کو باہمی حقوق کی پامالی سے بچا، ہمیں اچھے کام کی توفیق وسعادت عطا فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، آمین یاربّ العالمین۔

حوالہ جات:

(١) پ٤، آل عمران.103: (٢) "سنن أبی داود" باب فی تداعی الأمم علی الإسلام، ر4297: ، ص603، 604. (٣) "صحیح البخاری" کتاب المظالم، باب نصر المظلوم، ر٢٤٤٦: ، ص.٣٩٤ (٤) پ10، التوبۃ. 28: (٥) "تفسیر خزائن العرفان" پ10، التوبۃ، زیرِ آیت28: ، 353۔ (٦) پ10، التوبۃ.28 (٧) "تفسیر خزائن العرفان" پ10، التوبۃ، زیرِ آیت28، 353۔ (٨) "فتاوی رضویہ" کتاب السیر، رسالہ "تدبیرِ فلاح ونَجات واِصلاح" 11/ 601، ملتقطاً۔ (٩) "صحیح البخاری" کتاب العلم، باب الإنصات للعلماء، ر: ١٢١، ص.26 (١٠) "نزہۃ القاری" کتاب العلم، 1/414، ملخصاً۔ (١١) "المعجم الکبیر" أبوقلابۃ عن عمّہ... إلخ، ر463: ، 18/ .194 (١٢) "الفتاوی الھندیّۃ" کتاب السِیر، الباب9 أحکام المرتدّین، 2/ .278

◆◆◆

جماعت رضائے مصطفٰی

یہ اعلیٰ حضرت کی قائم فرمودہ ایک روشن تاریخ کی حامل جماعت ہے، جس کی نشاۃ ثانیہ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ العزیز کے ہاتھوں ہوئی۔

برادران اہل سنت اپنے اپنے علاقے میں اس کی شاخیں قائم کریں، اس عظیم جماعت کے ممبر بنیں اور مرکز سے جڑ کر اپنی ملّی و مذہب خدمات انجام دیں اور کامیابیوں سے ہمکنار رہوں۔

مزید معلومات کے لئے 7055078621 پر رابطہ کریں۔

اسلامیات

(از: مولانا محمد مبارک حسین ازہری*

دینی تعلیم کی اہمیت وافادیت

آج کے اس پر آشوب اور تیز ترین دور میں تعلیم بہت اہمیت کی حامل ہے، آج کا دور کمپیوٹر ٹکنالوجی، ایٹمی، سائنسی اور صنعتی ترقی کا ہے مگر اسکولوں میں بنیادی عصری تعلیم، ٹیکنیکل تعلیم، انجینئرنگ، وکالت، ڈاکٹری اور مختلف جدید علوم حاصل کرنا آج کے دور کا لازمی تقاضہ ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ عصر حاضر میں جدید علوم تو بہت ضروری ہیں لیکن یہ بھی واضح رہے کہ اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی بھی اہمیت وافادیت اپنی جگہ مسلم ہے کیونکہ عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ انسان کو انسانیت سے دوستی کیلئے دینی تعلیم بھی بے حد ضروری ہے اس تعلیم کی وجہ سے ہماری زندگی میں خدا پرستی عبادت، محبت، اخلاص، تقویٰ، ایثار، خدمت خلق، وفاداری اور ہم دردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور اسی وجہ صالح اور نیک معاشرے کی تشکیل ہوتی ہے اور یہ بھلائیوں اور نیکیوں کا سر چشمہ ومرکز ہے اور تمام مفاسد اور برائیوں کو ختم کرنے کا بہت بڑا سبب ہے اور اقتصادی وسیاسی، فکری، وفلاحی، تہذیبی، وتربیتی، سماجی، وقومی، ملی اور اصلاحی وغیرہ مسائل کا حل اس میں پوشیدہ ہے اور یہ رشد وہدایت، عزت وافتخار کا منبع ہے۔

اس لئے مذہب اسلام نے اپنے سفر کا آغاز ہی علم دین سے کیا اور اس نے علم دین کو جو اہمیت دی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے، اس نے علم وجہل کے درمیان خط فاصل کھینچ کر صاف لفظوں میں بتایا:

’’قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔

اے میرے محبوب آپ فرما دیجئے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہوسکتے ہیں؟‘‘

نہیں ہوسکتے اور یہ بات بھی ہمیشہ کیلئے ذہن نشین رکھے کہ علم کا تعلق خواہ دنیا سے ہو یا دین سے، مذہب اسلام نے دونوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے مذہب اسلام بنیادی طور پر کسی بھی ایسے علم کا مخالف نہیں ہے جو انسانیت کیلئے نافع اور صالح ہو اور نہ وہ کسی زبان کی مخالفت کرتا ہے اس لئے رسول اکرم ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عبرانی زبان سیکھنے کی ہدایت دی بلکہ ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو چھ زبانوں پر عبور حاصل تھا ان کے علاوہ بھی کچھ صحابہ کرام کو عربی کی علاوہ مختلف زبانوں پر قدرت حاصل تھی، اگر دوسری قوموں کی زبانیں اور ان کے علوم وفنون ناپاک اور ناقابل التفات ہوتے تو نہ صحابہ کرام کو اس کی ہدایت دی جاتی اور نہ وہ اس کے طرف رخ کرتے لیکن بحیثیت مسلمان ایک شخص کا اوّلین فریضہ ہے کہ وہ سب سے پہلے قرآن وحدیث اور دینی علوم وفنون حاصل کرے تاکہ خدا ورسول ﷺ کی معرفت حاصل ہو اور مقصد حیات کی طرف اس کا سفر آسانی سے طے ہوسکے، اسلام جس علم کو واجب اور ضروری قرار دیتا ہے اور جس علم کی بنیادی اور اولین اہمیت ہے وہ علم دین اور علم آخرت ہے، علم دین سے محروم انسان چاہے دنیا کے کیسے ہی اہم اور عظیم الشان علوم وفنون کا فاضل اور ماہر ہو وہ دین اور شریعت کی نظر میں جاہل ہی مانا جائے گا، کیونکہ علم دین ہی وہ علم ہے جو انسان کو اس کے خالق اور رب کا عرفان عطا کرتا ہے اور ذہن وفکر کو صحیح عقائد اور اعلی خیالات کی جلا بخشتا ہے۔

اعمال وافعال کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا صحیح رخ دے کر اس کو صراط مستقیم پر گامزن کرتا ہے جو دائمی نجات اور ابدی عزت وافتخار کا باعث ہے اسی لئے قرآن وحدیث میں جہاں کہیں بھی علم کا لفظ آیا ہے مفسرین کی وضاحت کے مطابق تمام جگہوں پر علم دین مراد ہے، جس کا تعلق قرآن

* مضمون نگار جامعہ قادریہ رچھا بریلی شریف اتر پردیش کے استاد ہیں۔

وحدیث اور فقہ کے جاننے اور سیکھنے سے ہے، علم دین کا سیکھنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اسلام نے جتنے بھی احکام دئے ہیں، ان پر علم کے بغیر عمل نہیں ہوسکتا آپ نماز کی مثال لے لیجئے کہ اس میں ابتدا سے سلام پھیرنے تک کچھ سورتیں اور کچھ دعائیں اور کچھ ذکر واذکار زبان سے ادا کئے جاتے ہیں اور پھر تھوڑی سے خطا نماز کو فاسد کردیتی ہے، حالانکہ نماز جو پہلی اور اہم ترین عبادت ہے، اس کو بھی ادا کرنے کے لئے علم کی سخت ضرورت ہے اور اس کے بغیر وہ ادا نہ ہوگی اور تمام عبادتوں کا یہی حال ہے، اسی لئے اسلام کا پہلا سبق ہی علم سے شروع کیا گیا ہے، پہلی وحی سورہ علق میں سب سے پہلا لفظ ''اقرء'' ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پڑھئے اور اپنی امت کو پڑھنے کی تلقین کیجئے یہ پڑھنا اس لئے ضروری ہے کہ عقائد، ایمان، نماز، روزہ، زکاۃ، حج، نظافت وطہارت، حلال وحرام، وغیرہ پر مشتمل جو اسلامی شریعت کا مکمل اصول دیا گیا ہے ان پر ایمان لانا اور عمل کرنا پڑھے بغیر نہیں ہوسکتا ہے۔

اس لئے رسول اکرم ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا: ولادت کے بعد سے موت تک علم حاصل کرتے رہو اس کے لئے نہ کوئی عمر کی حد اور نہ ہی کوئی جگہ متعین ہے اور جس شہر اور جس علاقے سے بھی علم کی تحصیل ممکن ہو مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے کہ وہ پہلی فرصت میں علم حاصل کرے اور علم دین کی اسی اہمیت کے پیش نظر تمام محدثین نے کتاب العلم کے نام سے مستقل باب باندھا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے اپنی شہرہ آفاق تالیف ''صحیح البخاری میں کتاب الایمان کے متصلاً بعد کتاب العلم کا باب قائم کیا اس لئے کہ علم نہیں تو نماز نہیں، علم نہیں تو شریعت نہیں اور علم نہیں تو خدا کی معرفت اور ایمان کی نظافت اور چاشنی نہیں، قران کریم نے اہل علم کا اسی لئے بڑا مقام بیان کیا ہے:

''یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت۔ (المجادلہ:۱۱) اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور ان کے جنہیں علم عطا ہوا ہے درجہ بلند کرے گا۔''

اہل علم مومنین میں شامل ہیں پھر بھی قرآن نے خصوصیت سے ان کا تذکرہ کیا ہے اس لئے کہ دین وشریعت کا علم رکھنے والوں میں خدا ترسی اور اخلاص، تقوی، وللّٰہیت، زیادہ پائی جاتی ہے اسلئے اجر وثواب اور رفع درجات میں دیگر مومنین کے مقابلے میں ان کا مقام بلند ہے دوسرے مختلف آیات میں بھی علم کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اور مختلف انداز سے مسلمانوں کو ابھارا گیا ہے کہ وہ علم دین سیکھیں اور اس پر عمل کریں اور رسول اکرم ﷺ نے بھی مختلف ارشادات کے ذریعہ علم دین میں منہمک اور مشغول رہنے والے افراد کا بلند مقام ومرتبہ بیان فرمایا چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من خرج فی طلب العلم کان فی سبیل اللہ حتی یرجع۔ (ترمذی۔ کتاب العلم، باب فضل طلب العلم، حدیث نمبر ۲۵۷۱) ترجمہ۔ جو بندہ علم کی طلب وتحصیل میں گھر سے نکلا وہ اس وقت تک اللہ کے راستے میں ہے جب تک واپس نہ آئے۔''

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

''ان اللہ وملئکتہ واھل السموات والارضین حتی النملۃ فی حجرھا وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس خیر۔ (ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادت، حدیث نمبر، ۲۶۰۹) ترجمہ: اللہ تعالی رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتوں اور آسمان وزمین میں رہنے والی ساری مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور پانی میں رہنے والی مچھلیاں بھی اس بندے کیلئے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کی بھلائی اور دین کی تعلیم دیتا ہے۔''

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جس بندے کو اس حالت میں موت آجائے کہ وہ اس نیت سے علم دین کی طلب وتحصیل میں لگا ہو کہ اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ رکھے تو جنت میں اس کے اور پیغمبروں کے درمیان بس ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ (مسند دارمی)

علمائے دین کو انبیائے کرام کا وارث اور ان کے حصول علم کو جنت کی طرف مسافت طے کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے، ان کے ساتھ دنیا کے تمام مخلوقات کی دعائیں شامل حال رہتی ہیں اور یہ اس طرح کے دیگر ایسے فضائل بیان کئے گئے ہیں، جن سے ان کے غیر معمولی اور اہمیت اور ان کے بلند مقام کا اندازہ ہوتا ہے اور جس میں دوسرا کوئی ان کا ہمسر نہیں ہے اور ان فضائل کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان سب سے پہلے دینی تعلیم حاصل کرے اور اسی میں اپنی کامیابی تصور کرے اور اگر مکمل علم حاصل نہ کر سکے تو کم از کم اتنا علم تو ضرور حاصل کرلے جس سے اسلامی طرز زندگی اپنا سکے اور حلال وحرام کی تمیز ہو سکے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا اسلام سے کیا تعلق ہے؟ وحدانیت اور رسالت کے بنیادی امور کیا ہیں؟ ایک مسلمان کے لئے کن چیزوں کا جاننا ضروری قرار دیا گیا ہے؟ کیونکہ ان چیزوں کو جانے بغیر شریعت پر عمل ناممکن ہے اور اہل ایمان کے نزدیک شریعت پر عمل ہی مقصد حیات اور ساری سرگرمیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ دینی تعلیم جس طرح خود حاصل کرنا ضروری ہے، اسی طرح خود اپنی اولاد کو بھی اس سے آراستہ کرنا والدین کی ذمہ داری ہے، قیامت کے دن ماں باپ سے اولاد کے متعلق سوال کیا جائے گا:

''ماذا علمته و ماذا ادبته؟ آپ نے بچوں کو کیا تعلیم دی اور کیا ادب سکھایا؟''

اگر اولاد کو عصری تعلیم سے آراستہ کیا گیا لیکن دینی تعلیم نہیں دی گئی تو والدین گناہ گار ہوں گے اور اولاد کی معاصیت میں وہ برابر کے شریک ہوں گے اس لئے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا، علم دین سکھانا اور اسلامی آداب سے مزین کرنا بہت ضروری بلکہ فرض ہے اور جس نے اپنی اولاد کو ادب سکھایا، اسلامی تہذیب اور اسلامی تعلیمات سے آراستہ کیا اس نے گویا ان کو ایسی لازوال نعمت عطا کی جس کے بہتر نتائج دنیا و آخرت دونوں جگہ حاصل ہوں گے یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:

''مانحل والد ولدامن نحل افضل من ادب حسن۔ (ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجائ فی ادب الولد، حدیث نمبر، ۱۸۷۵) ترجمہ: والدین کا بہترین عطیہ اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت ہے۔''

تربیت بہتر عطیہ اس لئے ہے کہ اولاد کو بہت ساری جائیداد اور بلڈنگیں بنا کر دی جائیں لیکن ان میں اگر اپنی خوبی نہیں ہے یا ان میں احساس وشعور نہیں ہے تو دولت اور ملکیت رفتہ رفتہ کم ہوتی جائے گی اور ایک دن وہ خود محتاج بن جائے گے اور بہتر تعلیم وتربیت کے نتیجے میں ہر جگہ ان کی عزت ہوگی اور وہ ہمیشہ باقی رہے گی اس کے کم یا چوری ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اسلئے وہ شخص جس نے دین واخلاق سے اپنی اولاد کو محروم رکھا، اس نے بڑے خیر سے انہیں محروم کردیا کیونکہ مفکرین کا کہنا ہے کسی بھی مذہب اور فکر عقیدہ کے لئے دینی تعلیم کی حیثیت شہ رگ کی ہے اگر کسی قوم کو اس کے دین سے محروم کرنا ہو تو اس کے دینی تصوارت سے اس قوم کا علمی رشتہ کاٹ دیجئے یہ چیز خود بخود اس قوم کو اپنے مذہب سے بے گانہ بنا دے گی تو اس کے لئے نہ پنجہ آزمائی اور نہ ہی معرکہ آرائی کی ضرورت پڑے گی تو یہ کسی قوم کو فکری اور مذہبی اعتبار سے قتل کرنے کا ایسا کامیاب اور بے ضرر نسخہ ہے کہ بقول شاعر ؎

دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے دو درجے ہیں، (۱) پہلا درجہ یہ ہے کہ اتنی تعلیم ہر شخص کیلئے ضروری ہے جس سے دین کے بارے میں بنیادی واقفیت حاصل ہو جائے اور توحید ایمان، عقیدہ، کفر وشرک کی حقیقت نبوت، وحی کا اسلامی تصور انبیا اور بالخصوص پیغمبر اسلام ﷺ کے ضروری حالات، پاکی وناپاکی، نماز، روزہ، حج، زکاۃ اور قربانی کے بنیادی احکام نکاح وطلاق خرید وفروخت ملازمت اور نوکری کسب معاش کے حلال وحرام طریقے شریعت کی حرام کی ہوئی چیزوں وغیرہ سے متعلق ضروری مسائل، صحابہ اور صحابیات کی مبارک

زندگیوں سے متعلق بنیادی معلومات، والدین، اولاد، میاں بیوی اور اعزاواقربا سے متعلق حقوق، شب وروز کئے جانے والے افعال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی سنتیں، مسنون وماثوراورادواذکاروغیرہ وہ امور ہیں کہ جن کے بارے میں جاننا ہر مسلمان پر لازم وضروری ہے، مسلم مرد ہوں یا عورت، جوان ہوں یا بوڑھے، انہیں دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ اور مزین کرنا بہت ضروری ہے اور اس مقصد کے لئے جگہ جگہ دینی مکاتب اور بالغوں کے لئے دینی تعلیم کے لئے مراکز قائم کرنے کی ضرورت ہے اور دینی تعلیم وتربیت کے لئے کوشش یہ کرنی چاہیے کہ کوئی محلہ اور کوئی مسجد ایسے مکاتب اور مراکز سے خالی نہ بلکہ بچوں اور بچیوں کے اسکول کے اوقات کے لحاظ سے ان کے صباحی اور مسائی دونوں طرح کے مکاتب ہو اور کوشش یہ بھی کی جائے کہ محلہ کا کوئی بچہ اور دین سے ناواقف کوئی نوجوان ایسا نہ رہے جو اس نظام سے فائدہ نہ اٹھائے۔

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ ضرورت ایسی درسگاہوں کی ہے جہاں قرآن وحدیث کلام وعقیدہ اور سیرت نبوی سے متعلق اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو اور اسلام کو اصل ماخوذ سے سمجھنے اور سمجھانے کی غرض سے عربی زبان اور ادب میں بصیرت وادراک کا سامان فراہم کیا جاتا ہو، اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دینی تعلیم کا حصول ہمارے لئے ضروری ہے جو کہ ہماری بنیادی ضرورت ہے، لہٰذا بچوں کو دین کی اہم اور ضروری تعلیم دینے کے بعد عصری تعلیم بھی دلائے اور دوبارہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام عصری تعلیم سے ہرگز نہیں روکتا ہے آپ بلا شبہ اپنے بچوں کو ڈاکٹر، انجینیئر، آئی اے ایس افسر بنائیں لیکن اس سے پہلے انہیں دینی تعلیم وتربیت سے مزین کر کے بہترین عالم دین اور صحیح العقیدہ مسلمان بنائیں اگر اس میں کوتاہی کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں حساب دینا ہوگا اور یہ بات مکمل طور سے سمجھ لیں کہ عصر حاضر میں (علم) دنیا میں قوموں کی ترقی اور ملکوں کی خوشحالی کا ایک سچا حوالہ ہے اور جو قوم بھی علم کا دامن تھامے ہوئی ہے، آج پوری دنیا اس کے قدموں میں ہے اسلام علم اور فروغ علم کے سب سے بڑے علمبردار اور داعی کے طور پر ابھرا ہے اور اس کی تبلیغ واشاعت کی پہلی اینٹ ہی لفظ اقرا پر رکھی گئی ہے اور اسلام کے نقطہ نظر سے علم ایک کلی ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کو اپنی ذات کی پہچان ہوجائے، اپنے معاشرے اور کائنات کی پہچان ہوجائے، اپنے پیدا کرنے والے کی پہچان ہوجائے، اس علم کے دو ذرائع ہیں ایک تو اللہ کی وحی جو انبیائے علیہم السلام کے ذریعے انسانوں کے پاس آئی اور دوسرا انسان کا اپنا مشاہدہ وتجربہ جس کے لئے اللہ نے اسے عقل وحواس کی نعمت عطا فرمائی ہے اور یہ دونوں ذرائع بنیادی طور پر الگ الگ نہیں ہیں بلکہ یہ ایک دوسرے کے لئے معاون ومددگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے علم کو اتھاہ سمندر بنایا ہے جو شخص جتنا بھی علم حاصل کرے وہ کم ہے اور اسلام نے علم کو دین او دنیا کے دو الگ الگ خانوں میں بھی تقسیم نہیں کیا ہے اور قرآن یا حدیث میں کہیں بھی ایسا ذکر نہیں ہے اور جو لوگ دینی علوم سے نا آشنا ہیں اور اپنی چند روزہ زندگی کو اسلام اور اس کے تعلیمات کے خلاف گذار رہے ہیں ان کی مثال اس آپریٹر کی ہے جو مشین کو اپنی مرضی کے مطابق چلائے، مشین کے مالک اور کتابچہ کے مطابق نہ چلائے تو ظاہر ہے کہ اس آپریٹر کے ساتھ مالک کوئی بھی سلوک کرسکتا ہے بلکہ اسے اس کی ذمہ داری سے محروم بھی کرسکتا ہے، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ دینی تعلیم وتربیت کی اہمیت وافادیت کو سمجھتے ہوئے عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم ضرور دلوائیں تا کہ ہم اور ہماری نسل دنیا وآخرت میں کامیابی، فوز وفلاح سے ہم کنار ہو سکے۔

◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جاسکے۔

(از: حافظ افتخار احمد قادری*

امانت داری ایمان والوں کی بہترین صفت

اجازتِ شرعیہ کے بغیر کسی کی امانت میں تصرف کرنا خیانت کہلاتا ہے، اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:
"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (الانفال ۲۷) ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ ورسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت۔"

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد عالیشان ہے:
"تین باتیں ایسی ہیں کہ جس میں پائی جائیں وہ منافق ہوگا اگرچہ نماز روزہ کا پابند ہی کیوں نہ ہو: (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے (۳) جب امانت اس کے سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔" (اسلامی اخلاق وآداب)

ہر مسلمان پر امانت داری واجب اور خیانت کرنا حرام جہنم میں لے جانے والا کام ہے، امانت میں خیانت کرنے کے یوں تو بہت سارے اسباب ہوسکتے ہیں، اس مختصر سی تحریر میں قارئین خیانت کے چند اسباب اوران کا علاج ملاحظہ فرمائیں:

خیانت کا پہلا سبب بدنیتی ہے۔ جس طرح اچھی نیت اخلاق وکردار کے لئے شفا اور اکسیر کا درجہ رکھتی ہے اسی طرح بدنیتی کا زہر بندے کے اعمال کو بے ثمر بلکہ تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنی نیت کو درست رکھے اور اپنا یہ ذہن بنائے کہ اللہ رب العزت میری حسنِ نیت اور ایمان داری کی بدولت دنیا میں کامیابی عطا فرمانے پر قادر ہے۔ لہٰذا! خیانت کر کے دنیوی واُخروی نقصان کرنے کا کیا فائدہ۔

خیانت کا دوسرا سبب دھوکہ دینے کی عادت ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنے ذہن میں دھوکہ دہی کے نقصانات کو پیشِ نظر رکھے کہ دھوکہ دینا ایک نہایت ہی قبیح اور برا عمل ہے، دھوکہ دینے والے سے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برأت کا اظہار فرمایا ہے۔ دھوکہ دینا مومن کی صفت نہیں ہے، دھوکے سے جہاں وقار مجروح ہوتا ہے وہیں لوگوں کا اعتماد بھی ختم ہوجاتا ہے، لہٰذا! احترام مسلم کا ہر دم خیال رکھے اور یہ ذہن بنائے کہ وقتی نفع حاصل کرنے کے لئے دائمی نقصان مول لینا یقیناً عقل مندی نہیں۔

خیانت کا تیسرا سبب تَوَکُّلْ عَلَی للّٰہ کی کمی ہے۔ کیوں کہ بندہ اپنے کمزور اعتقاد کی بنا پر یہ سمجھتا ہے کہ خیانت کا راستہ اختیار کرنے میں ہی میری کامیابی ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اللہ رب العزت پر کامل بھروسہ رکھے اور یہ ذہن بنائے کہ دنیا میں جو بھی راستہ اللہ رب العزت کی نافرمانی کا سبب بنتا ہو اس پر چل کر مجھے کبھی بھی کامیابی نہیں مل سکتی۔ لہٰذا! میں اس خیانت والے راستے کو چھوڑ کر دیانت والے راستے کو اپناؤں گا۔

خیانت کا چوتھا سبب نفسانی خواہشات کی تکمیل ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے، اس کے مکرو فریب سے آگاہی حاصل کرے، اس کی ناجائز خواہشات کو ترک کرنے کا ذہن بنائے اور اس کے لئے کوشش بھی کرے تاکہ خیانت جیسے کبیرہ گناہ سے بچ سکے۔

خیانت کا پانچواں سبب مسلمانوں کو نقصان دینے کی عادت ہے، یہ سبب جن دیگر باطنی امراض کا باعث بنتا ہے، ان میں سے ایک خیانت بھی ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اپنے اندر مسلمانوں کی خیر خواہی کا جذبہ پیدا کرے اور مسلمانوں کی بدخواہی کے عذابات کو پیشِ نظر رکھے۔

خیانت کا چھٹا سبب بری صحبت ہے، بعض اوقات انسان

مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

اپنے اردگرد کے ماحول کی ہر خامی وخوبی کو قبول کرلیتا ہے جس کا اثر اس کے ذاتی واخلاق کردار پر ہوتا ہے، خاص طور پر بداطوار افراد کی بددیانتی سے انسان بہت جلد متاثر ہوجاتا ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ نیک، دیانت دار اور خوفِ خدا رکھنے والوں کی صحبت اختیار کرے تاکہ اس مہلک مرض کے ساتھ ساتھ دیگر اخلاقی برائیوں سے بھی اپنے آپ کو بچا سکے۔ (باطنی بیماریوں کی معلومات، ۱۷۷)

مذہب اسلام انسانی حقوق کا محافظ ہے، یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام ان اعمال وافعال کا حکم دیتا ہے جن کے ذریعے انسانی حقوق کی حفاظت ہو۔ ایسے ہی افعال میں سے ایک امانت داری بھی ہے، اسلام میں امانت داری کی بڑی اہمیت ہے، اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ-

ترجمہ: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔"

رسولِ کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ امانت داری کا بہترین نمونہ تھی، آپ ﷺ کی امانت داری ہی کی وجہ سے کفارِ مکہ بدترین دشمن ہونے کے باوجود آپ کو صادق اور امین کہا کرتے تھے، جو لوگ امانت داری کے وصف سے آراستہ ہوتے ہیں اور دوسروں کے حقوق کی حفاظت اور ان کی بروقت ادائیگی کرتے ہیں وہ لوگوں میں پسندیدہ اور قابلِ تعریف ہوتے ہیں، امانت داری ایمان والوں کی بہترین صفت ہے اور ایک مسلمان کا امانت دار ہونا بہت ضروری ہے، رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: جو امانت دار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

آج کل اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ امانت داری کا تعلق صرف مال سے ہے اور اگر کسی نے ہمارے پاس کوئی مال رکھوایا تو اس کی حفاظت کرنا اور اسے وقت پر مکمل طور پر واپس کردینا ہی امانت داری ہے، یہ بات درست ہے لیکن جس طرح یہ امانت ہے اسی طرح اور بھی بہت ساری چیزیں امانت میں داخل ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ رب العزت اور اس کے بندوں کے وہ حقوق جو ہمارے ذمے ہوں اور ان کی حفاظت وادائیگی ہم پر لازم ہو انہیں امانت کہتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی بھی امانت داری ہے، نماز پڑھنا، روزے رکھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا، سچ بولنا اور دیگر نیک اعمال ادا کرنا بھی امانت ہے، اسی طرح انسان کے اعضا مثلاً زبان، آنکھ، کان، ہاتھ وغیرہ بھی اللہ رب العزت کی امانت ہیں اور ان اعضا کو گناہوں اور فضولیات سے بچانا ان اعضا کے معاملے میں امانت داری ہے۔ یوں ہی دوسرے کے راز کی حفاظت کرنا، پوچھنے پر دُرست مشورہ دینا، مسلمان کے عیب کی پردہ پوشی کرنا، مزدور اور ملازم کا اپنا کام مکمل طور پر پورا کرنا بھی امانت داری میں داخل ہے۔ جس طرح آج معاشرے میں دیگر کئی اچھائیاں دم توڑتی دکھائی دیتی ہیں وہیں امانت داری کا بھی فقدان نظر آتا ہے، حالات اس قدر خراب ہوچکے ہیں کہ امانت دار اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے والے افراد کو بعض کم عقل لوگ بے وقوف سمجھنے لگے ہیں۔ گویا معاشرے کی سوچ اس قدر منفی ہوچکی ہے کہ برائی کو اچھائی اور اچھائی کو بُرائی سمجھا جانے لگا ہے۔

ہمیں چاہئے کہ اپنے اندر امانت داری کی صفت کو اجاگر کریں اور دوسروں کے حقوق پوری طرح ادا کریں۔ کیوں کہ امانت داری ایمان کا حصہ ہے۔ جو شخص اللہ رب العزت اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ کسی کی امانت میں خیانت نہیں کر سکتا۔ اسے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ اگر میں نے کسی کا حق دبالیا یا اس کی ادائیگی میں کمی اور کوتاہی کی تو میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ وہ یقیناً اس کا حساب لے گا اور اس دن جبکہ ہر شخص ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا حق تلفی کے عوض میری نیکیاں دوسروں کو تقسیم کردی جائیں گی۔ پھر میری مفلسی پر وہاں کون رحم کرے گا؟ اس طرح کے تصورات سے اہل ایمان کا دل کانپ اُٹھتا ہے اور پھر خیانت یا حق تلفی کرنے سے باز آجاتا ہے۔ لیکن جس کے دل میں ایمان ہی نہ ہو یا ماحول اور حالات نے ایمان کی روشنی سلب کرلی ہو تو خیانت کرنے میں ایسے شخص کو کوئی تردد نہیں

ہوتا۔ اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے امانت داری کو ایمان کی علامت اور پہچان قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لَا اِیمَانَ لِمَنْ لا أمانةَ لَه، وَلَا دِینَ لِمَنْ لَا عَہْدَ لَہ۔ (سنن بیہقی: ۱۲۶۹۰) ترجمہ: جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس شخص میں معاہدہ کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔"

جس کو موت کے بعد کی زندگی حساب و کتاب اور عدالتِ الٰہی پر یقین ہو جس کے دل میں خوف خدا اور اس کی گرفت کا احساس ہو اسے چاہیے کہ امانت میں خیانت نہ کرے جس کا جو حق ہے پورا پورا ادا کردے۔ اس لئے کہ اس دنیا میں خیانت کرنے والا قیامت کے دن چین وسکون سے نہیں رہ سکتا۔ وہاں ایک ایک کا حق ادا کرنا ہوگا اور بڑی دشواریوں کا سامنا ہوگا۔ لیکن جس کو آخرت پر یقین نہیں وہ جو چاہے کرے۔ دنیا میں چند روزہ زندگی کے بعد آخر اپنے کئے ہوئے پر افسوس ہوگا اور بڑے خسارے میں ہوگا۔

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ زمانہ قیامت سے جیسے جیسے قریب ہوگا ایمانی قوت کم ہوتی چلی جائے گی اس کے نتیجے میں امانت داری بھی اٹھ جائے گی اور حال یہ ہوگا کہ مسلمانوں کی بڑی بڑی آبادی ہوں گی مگر امانت دار پوری آبادی میں ایک آدھ بڑی مشکل سے دستیاب ہوگا اور وہ بھی حقیقت میں امین نہ ہوگا، لوگ مثال کے طور پر کہیں گے کہ فلاں قوم میں ایک امانت دار شخص ہے، آدمی کی تعریف ہوگی کہ کیسا عقلمند، خوش مزاج اور کیسا بہادر ہے، حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان داری نہ ہوگی۔ (صحیح بخاری، کتاب الفتن)

امانت داری کی اس قدر اہمیت کے باوجود آج معاشرہ میں اسے کوئی وزن نہیں دیا جاتا، اچھے اچھے لوگ بھی جو عرف میں دین دار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی امانت اور حق کی ادائیگی کا پاس ولحاظ نہیں رکھتے، اُنھیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ امانت کی حفاظت اور اس کا مکمل طور پر ادا کرنا دینی وشرعی فریضہ ہے، بعض لوگوں میں امانت داری کا جذبہ ہوتا بھی ہے تو وہ صرف مال کی حد تک محدود رہتا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس کسی کا مال رکھا ہو تو وہ اسے ادا کردیتا ہے۔

عام طور پر لوگوں کا ذہن اسی مالی امانت کی طرف جاتا ہے حالانکہ امانت کی اور بھی مختلف قسمیں ہیں جن کی اہمیت بعض صورتوں میں مالی امانت سے بھی بڑھی ہوئی ہوتی ہے، ان کی حفاظت بھی ایک مسلمان کے لئے اتنی ہی ضروری ہے جتنی مالی امانت کی ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں تمام امانتوں کی حفاظت کرنے اور ان کو پوری طرح ادا کرتے ہوئے ایک امانت دار اور سچا پکا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۲۵ رکا بقیہ............................

کبھی اسٹڈیز کے بہانے، کبھی ایکسٹرا کلاس، کبھی دوست کے جنم دن منانے، اپنی نسلوں کے آپ خود محافظ ہیں، بروزِ قیامت سوال آپ سے بھی ہوگا۔ شادی کرنا، بچے پیدا کرنا کوئی مشکل نہیں، یہ تو جانور بھی کررہے ہیں! آپ تو انسان ہیں، کرم بالائے کرم، اشرف المخلوقات ہیں، اپنے اشرف واعلیٰ ہونے کا ثبوت دیں، اپنی بیٹیوں پر جم کر پہرہ دیں، کسی بھی مرد سے تعلق ان کے لیے وبالِ جان وایمان بن سکتا ہے۔

قوم کے حالات سب پر ظاہر ہیں، مخفی نہیں! سوتے، اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے، جاگتے، کھاتے، پیتے، ہر لمحہ، ہر پل، ہر آن، ان پر نظر رکھیں، آن کی آن میں کالے بادل نظر آنے لگتے ہیں، جب وہ بلوغت کی عمر تک پہنچ جائیں تو ان کے نکاح کا انتظام کریں، صحیح وقت پر صحیح مرد سے شریعت کے دائرے میں رہ کر انہیں ان کے محافظ تک پہنچا دیں۔

اسباب ارتداد میں سے ایک وجہ نکاح میں تاخیر بھی ہے، لہٰذا اپنی نسلوں، اپنی عزت، اپنے ایمان، اپنے عقیدے سب کی حفاظت کریں، اللہ کریم بہت مہربان ہے، بس آپ نے اپنے حصے کا کام انجام دینا ہے، اس سے پہلے کہ سر سے آسمان کھسک جائے، پاؤں سے زمین نکل جائے، ربِ قدیر ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے، ارتداد جیسی وبا سے محفوظ رکھے، آمین ثم آمین۔ ◆

احوال وطن

از: مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی*

بات اب قبروں تک آپہنچی ہے

ایک پروپیگنڈہ فلم کے جھوٹ اور من گھڑت تاریخ کی آڑ میں بھاجپا اور اس کے نظریاتی سنگٹھن اورنگزیب عالمگیر کی قبر توڑنے/ ہٹانے اور کوڑا گھر بنانے کا مطالبہ کرنے اور دھمکیاں دینے پر اتر آئے ہیں۔ شر پسندوں کی سابقہ عادت کے مطابق مہاراشٹر سے شروع ہوا یہ فتنہ یوپی کے بہرائچ شریف تک بھی پہنچ گیا ہے۔ جہاں آر ایس ایس کارکنان سید سالار مسعود غازی کی قبر ہٹانے کا مطالبہ کرنے لگے ہیں۔ ان کی شر انگیزی یہیں رک جائے ایسا ممکن نہیں، یہ مطالبہ مختلف صوبوں/ شہروں سے بڑھتے بڑھتے سلطان الہند خواجہ غریب نواز کی ذات تک پہنچ کر رہے گا۔ اس سے پہلے کہ پوری ملت اسلامیہ اس فتنے میں مبتلا ہو ارباب حل وعقد اس سلسلے میں پیش رفت فرمائیں تاکہ بروقت شر کو دفع کرنے میں کامیابی حاصل ہو سکے۔

وجہ ایک ہی ہے

کوئی صاحب اس مغالطے میں نہ رہیں کہ یہ محض ایک فلم کا اثر ہے جو کچھ دنوں میں اتر جائے گا۔ بات صرف فلمی خمار کی ہوتی تو یقیناً تشویش ناک نہ تھی کہ ہر دوسری فلم پہلی کا خمار اتار دیتی ہے لیکن وجہ تشویش بھاجپا/ شر پسند تنظیموں اور گودی میڈیا کا رویہ ہے۔ جنہوں نے باضابطہ اسے مہم کی شکل میں چھیڑ دیا ہے۔ مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ کا آئینی منصب پر ہوتے ہوئے بھی اورنگزیب کی قبر ہٹانے جیسا کمیونل بیان دینا اور اسے مسلسل دہرانا محض سیاسی بیان بازی نہیں بھاجپا کی لانگ ٹرم پالیسی کا حصہ لگتا ہے۔ کیوں کہ ایسا مدّا اسے بیس پچیس سال کی سیاسی خوراک فراہم کرتا ہے۔ بھاجپا کے حلیف سنگٹھنوں کا اسے سڑک پر لانا/ اسکولی طلبا کو فلم دکھانا، میڈیا ٹرائل کا مسلسل چلنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ سب منصوبہ بند سازش کے تحت کیا جا رہا ہے۔

یہ فتنہ ہر اس بزرگ/ ولی اور داعی دین تک پہنچے گا جن کی زندگی تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کے کارناموں کے لیے مشہور ہے۔ جن کے ہاتھوں پر لوگوں نے اسلام قبول کیا، یا جن سے اس عہد کے بادشاہوں کا تعلق رہا۔ وہ کسی پر جہاد کا، کسی پر تبدیلی مذہب کا، کسی پر بیرونی بادشاہوں سے روابط کا شوشہ چھوڑ کر فتنہ گری ضرور کریں گے۔ کیوں کہ ان کی نگاہ میں اسلام کی تبلیغ واشاعت اور اسلامی احکام کا نفاذ ایک جرم ہے اور وہ ہر ایک ولی وبزرگ اور بادشاہ کے کھاتے میں اسے ڈال کر ہنگامہ مچاتے ہی رہیں گے۔

کرنے کے کام

بھارت پر مسلمانوں کی حکمرانی کا زمانہ تقریباً آٹھ سو سال سے زیادہ پر محیط ہے، مگر یہ بات کس قدر حیران کن ہے کہ آٹھ سو سال کی روشن تاریخ سے خود ہمیں ہی واقفیت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی پروپیگنڈہ فلم بنتی ہے یا سیاسی/ میڈیائی محاذ پر جھوٹ پھیلایا جاتا ہے تو اسے کاؤنٹر کرنے میں ہمیں پسینے چھوٹ جاتے ہیں اور نوجوان نسل پروپیگنڈے ہی کو درست مان کر احساس کمتری میں ڈوب جاتی ہے۔ اس لیے طویل المیعاد پالیسی کے تحت کچھ بنیادی اقدام ضروری ہیں:

- ☐ مدارس درس نظامی میں مسلم دور حکومت کی تاریخ شامل نصاب کی کریں۔
- ☐ مدارس واسکول کے ابتدائی طلبہ کے لیے آسان اسلوب میں حکائیہ طرز پر مسلم تاریخ پر مشتمل کتابیں ترتیب دی جائیں۔
- ☐ تاریخ کے اہم اور ضروری عناوین پر تحقیق وتجزیہ اور توضیح وتشریح کا کام کیا جائے۔

*مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

□ فقہ اور ادب کی طرز پر تخصص فی التاریخ کا کورس بھی شامل کیا جائے۔

□ قابل ذکر مسلم سلاطین کے علمی/ رفاہی/فکری/ سیاسی/ سماجی کارناموں پر مختصر کتابچے/رسالے اردو، ہندی، انگریزی اور مقامی زبانوں میں شائع کیے جائیں۔

□ صوفیائے کرام کے تذکرہ پر مشتمل ایسی کتابیں لکھی جائیں جن میں ان کی تبلیغی خدمات کا منہج، لوگوں کے قبول اسلام کے حقیقی اسباب اور اس عہد کے حالات کو بہترین اسلوب میں تحریر کیا جائے۔

□ صوفیا کے بادشاہوں سے تعلقات اور اس کی نوعیت پر بھی عمدہ اور احسن انداز میں لکھا جائے، اسے عام کیا جائے۔

مذکورہ عناوین پر اچھی دسترس رکھنے والے علما اور ماہرین کے بیانات ریکارڈ کرا کر انہیں مکمل/ ریل کی شکل میں عام کیا جائے۔ انداز گفتگو تردیدی نہ ہو بلکہ اقدامی اور تعمیری ہو۔ صوفیا کی تبلیغ اور جنگوں میں شرکت جیسے تاریخی حقائق سے بچنے کی کوشش نہ کریں، ان کا سامنا کریں اور سائنٹفک انداز میں ان کے اصل حقائق اور اسباب بیان کریں۔

عصری اداروں کے مسلم اساتذہ کو چاہیے کہ تاریخ جیسے موضوعات پر سیمینار/سمپوزیم اور مکالموں کا انعقاد کریں۔ سوشل میڈیا کے ذرائع سے اسے عام کریں۔

فی الحال اورنگزیب عالمگیر کی قبر پر سنجیدہ مگر ٹھوس موقف اختیار کریں۔ سیاسی/سماجی اور قانونی سطح پر پوری مضبوطی کے ساتھ کھڑے ہوں۔ سیکولر تاریخ دانوں مثلاً ڈاکٹر رام پُنیانی، ڈاکٹر روچکا شرما جیسے افراد کی اورنگزیب عالمگیر پر مثبت اور دفاعی تقریروں کو عام کریں۔ مخالفین کے پروپیگنڈے سے ذرا بھی مرعوب نہ ہوں۔

اچھی طرح یاد رکھیں! اورنگزیب عالمگیر کی قبر صوفیا کی قبروں کے لیے ڈھال ہے۔ اگر ہم اس پر مضبوطی سے کھڑے نہ رہ سکے تو یہ تماشا مسلم بزرگان دین کی قبروں پر بھی کھڑا کیا جائے گا مگر اس وقت ہم چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پائیں گے۔ ــــ

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

◆◆◆

ص ۵۱ رکا بقیہ...

ہے دلیل تام ان کا ترجمہ قرآن کا
بہر امت کنز الایماں ہیں امام احمد رضا
ہیں شہ دیں کی حدیثوں کے امین و پاسباں
حافظ آیات قرآں ہیں امام احمد رضا
دولت عشق نبی سے کر گئے وہ مالا مال
قوم پر سر تا پا احساں ہیں امام احمد رضا
چاروں شانے ہو گئے چت منکرین علم غیب
بہر باطل سیف بُرّاں ہیں امام احمد رضا
ان کی نعتوں میں ہیں بخشش کے حدائق ضوفشاں
آیت غفار و رحماں ہیں امام احمد رضا
ان کے تجدیدی نمایاں کارنامے ہیں گواہ
دین کی صبح بہاراں ہیں امام احمد رضا
ساری دنیا دنگ ہے پڑھ کے فتاویٰ رضویہ
یوں مسلم حق کے برہاں ہیں امام احمد رضا
ان کے مسلک پر رہو قدسیؔ ہمیشہ گامزن
حشر میں بخشش کے ساماں ہیں امام احمد رضا

ص ۵۱ رکا بقیہ...

لو ہاان کی عظمتوں کا مانتے ہیں سب کے سب
ہیں جہاں میں صاحب عزت امام احمد رضا
زندگی میں دیکھ کر کشف و کرامت آپ کی
محو استعجاب ہے حیرت امام احمد رضا
روح کو راحت ملے، میں خواب میں ہی دیکھ لوں
آپ کا چہرہ زہے قسمت امام احمد رضا
ناشر و داعی تھے سچے، مذہب اسلام کے
عینیؔ ہیں یوں عامل سنت امام احمد رضا

◆◆◆

احوال وطن

از: پرویز عالم*

یہ بل: وقف املاک پر شب خون
مسلمانوں کے تشخص اور جمہوری قدروں پہ حملہ

ہندوستان کی سرزمین پہ مسلمانوں کا ایک شاندار دینی، تہذیبی اور تمدنی ورثہ موجود ہے جس کا ایک اہم اور لازمی جز "اوقاف" یعنی وقف املاک ہیں۔ یہ املاک نہ صرف مسلمانوں کی مذہبی و تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز رہی ہیں بلکہ مسلم معاشرے کی فلاح وبہبود، غریبوں کی امداد، یتیموں کی پرورش اور دینی اداروں کے استحکام میں ان کا کلیدی کردار بھی رہا ہے۔ پورے ملک میں تقریباً پانچ لاکھ کے قریب وقف جائدادیں ہیں، جن کی مالیت کھربوں روپے میں ہے۔ مگر افسوس، ان قیمتی اثاثوں پہ حکومت کی مسلسل حریصانہ نگاہیں مرکوز ہیں اور وقف ترمیمی بل اسی سلسلے کی ایک مہلک اور خطرناک کڑی ہے۔

یہ بل دستور ہند کی روح، اقلیتوں کے مذہبی حقوق، اور وقف کے شرعی و قانونی مفہوم کے سراسر خلاف ہے۔ اس بل کے نفاذ کے بعد وقف کے تحت آنے والی تمام جائدادوں سے مسلمانوں کا قانونی و انتظامی قبضہ ختم ہو جائے گا۔ یہ ایک ایسا سانحہ ہوگا جس کے اثرات صدیوں تک محسوس کیے جائیں گے۔ یہ بل وقف بورڈ کی شناخت مٹانے کی ایک سمجھی بوجھی سازش ہے، بل میں ایک غیر معمولی تجویز یہ رکھی گئی ہے کہ وقف بورڈ کا نام بدل دیا جائے۔ یہ صرف ایک نام کی تبدیلی نہیں، بلکہ ایک منصوبہ بند شاطرانہ چال ہے جس کا مقصد وقف کی شرعی حیثیت اور اس کا تاریخی پس منظر مٹا دینا ہے۔ جب بورڈ کے نام سے" وقف" کا لفظ ہٹ جائے گا تو نئی نسل کے ذہنوں سے بھی وقف کا تصور رفتہ رفتہ محو ہوتا چلا جائے گا۔ اس بل کے تحت وقف بورڈ میں غیر مسلموں کی شمولیت ایک غیر منصفانہ اقدام ہے جو کسی بھی صورت میں قابل قبول نہیں۔

ترمیمی بل کی سب سے خطرناک دفعات میں سے مذکورہ دفعہ ہے وقف بورڈ کی تشکیل میں دو تہائی ارکان غیر مسلم ہوں گے، جبکہ مندروں اور مٹھوں کی کمیٹیوں میں کسی غیر ہندو کی شمولیت ممنوع ہے۔ یہ مذہبی امتیاز اور آئینی اصول وضوابط کی صریح خلاف ورزی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر ہندو مذہبی اداروں کی خود مختاری برقرار رکھی جا سکتی ہے تو مسلمانوں کو ان کے اوقاف پہ مکمل اختیار کیوں نہیں دیا جا رہا ہے؟ اس بل کے تحت سروے کا اختیار کلکٹر کو دینا جانبداری کی راہ ہموار کرتا ہے وقف کی زمینوں کا سروے اب ضلع کلکٹر کے ذریعے کرایا جائے گا۔ عام طور پہ یہ عہدہ غیر مسلم افسران کے پاس ہوتا ہے اور اگر کوئی مسلمان کلکٹر ہو بھی، تو ضروری نہیں کہ وہ وقف کے تئیں دیانت دار یا سنجیدہ ہو، اس سے نہ صرف وقف کی صحیح شناخت متاثر ہوگی بلکہ ہزاروں قیمتی املاک سرکاری زمین قرار دے دی جائیں گی۔ بل کی ایک اور تباہ کن شق یہ ہے کہ ہر وقف جائداد کی رجسٹری شدہ سند کو آن لائن اپلوڈ کرنا لازمی ہے۔ جو زمینیں "رجسٹرڈ ڈیڈ" سے محروم ہیں، وہ سرکاری ملکیت تصور کی جائیں گی۔

سوال یہ بھی ہے کہ تین سو، چار سو سال پرانی وقف کی گئی زمین کا رجسٹرڈ ڈیڈ آج کہاں سے لایا جائے؟ بیشتر قدیم اوقاف زبانی اقرار، گواہی یا مذہبی تحریروں پہ مبنی ہیں، نہ کہ آج کی قانونی اسناد پہ۔ اس بل سے وقف املاک پہ تعمیر شدہ دینی ادارے زد میں آئیں گے مساجد، مدارس، خانقاہیں، عیدگاہیں، امام بارگاہیں اور قبرستان سب کے سب قانونی خطرات میں آجائیں گے۔ یہ بل کسی ایک وقف ادارے پہ حملہ نہیں ہوگا، بلکہ پورے ملک کی لاکھوں وقف جائدادیں زد میں آجائیں گی۔ وقف بورڈ کی تشکیل میں مسلم ایم ایل اے یا ایم پی کی موجودگی

* مضمون نگار روزنامہ قومی تنظیم لکھنؤ کے یونٹ ہیڈ ہیں۔

لازمی رکھی گئی ہے، لیکن اگر کوئی منتخب نمائندہ نہ ہو، تو سابقہ ممبران کو منتخب کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ لیکن عملی طور پہ اس پہ کوئی توجہ نہیں ہے، نتیجتاً بورڈ میں مسلمانوں کی مؤثر نمائندگی ختم ہو جائے گی۔

پارلیمنٹ کے ایوان میں اس سلسلے میں یہ جو طوفانِ بے ضمیری برپا ہوا اور وقف ترمیمی بل نہ صرف پاس ہوا، بلکہ وہ تمام دیواریں، جنہیں ہم نے جمہوریت، سیکولرزم اور آئینی تحفظات کے نام پہ بلند کر رکھا تھا، پل بھر میں وہ زمیں بوس ہوگئیں۔ یہ بل کوئی معمولی دستاویز نہیں، یہ ملتِ اسلامیہ ہندیہ کے وجود پہ ایک ضرب کاری ہے۔ اب سوال یہ ہے "پس چہ باید کرد؟" یہ سوال سید جمال الدین افغانی نے جبر واستبداد کے خلاف اٹھایا تھا، آج وہی سوال ہم سے ہمارا ضمیر پوچھ رہا ہے۔ یہ بل صرف ایک قانونی ترمیم نہیں، بلکہ اس کے پیچھے ایک منصوبہ بند فکر کار فرما ہے۔ وقف، جو صدیوں سے مسلمانوں کی دینی، تعلیمی، سماجی اور فلاحی زندگی کی شہ رگ رہا ہے، اسے سرکاری شکنجے میں جکڑنے کی سازش کی جا چکی ہے۔

اب حکومت کے افسران کسی بھی وقف جائیداد پہ تحقیق و سماعت کے بغیر اپنا حق جتا سکتے ہیں اور متولیوں کو بے دخل بھی کر سکتے ہیں۔ یہ محض زمین کا مسئلہ نہیں بلکہ ہمارے حقوق کی نگہداشت، جمہوری آزادی، مذہبی اقدار کے تحفظ اور آئین کے تحفظات کا ایک بے پناہ حساس مسئلہ ہے، ہمیں یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھنی ہوگی کہ وقف کا مسئلہ صرف زمین یا جائیداد کا مسئلہ نہیں، بلکہ یہ ہماری تہذیب، ہماری عبادت گاہوں، ہمارے مدارس، ہمارے یتیم خانوں اور ہمارے دینی وقومی تشخص کا مسئلہ ہے۔ وقف وہ ستون ہے جس پہ ہماری قوم کی خودداری اور خود انحصاری کھڑی ہے۔

اگر یہ ستون گرا، تو سارا نظام زمیں بوس ہو جائے گا۔ اس وقت سیکولرزم کے حقیقی چہروں سے نقاب الٹ چکی ہے آج جن جماعتوں نے اس بل کی مخالفت میں لب کشائی نہ کی، جنہوں نے بل کی منظوری میں دانستہ یا نادانستہ معاونت کی، ان کے چہرے قوم کے سامنے بے نقاب ہو چکے ہیں۔

یہ وہی جماعتیں ہیں جو ہر انتخاب میں مسلم ووٹ کی بھیک مانگتی ہیں، اقلیتوں کے تحفظ کے وعدے کرتی ہیں، لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو منافقانہ خاموشی اختیار کر لیتی ہیں۔ ہمیں ایسے ضمیر فروش چہروں کو پہچاننے کی ضرورت ہے، وہ اپنی صف کے بھیڑیے ہوں یا اغیار کی بزم کے چراغ ہوں اور جو نام نہاد اربابِ سیاست مسلم قیادت کا تاج اپنے سروں پہ سجا کے ان سیکولر پارٹیوں کا قصیدہ اور خطبہ پڑھ رہی ہیں ان تمام افراد کو مسلم سماج خوب اچھی طرح پہچان لے کیا اب بھی ہم ان کے نام پہ قطاروں میں لگ کر ووٹ دیں گے؟ کیا اب بھی ہم فاشزم کے خلاف نام نہاد سیکولرزم کی ڈھال بن کر استعمال ہوتے رہیں گے؟

قوم کیا کرے؟

1 سیاسی شعور پیدا کرنے کی ضرورت: قوم کو اب جذباتی نعرے بازی سے نکل کر عملی سیاسی شعور پیدا کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنے ووٹ کی قیمت پہچاننی ہوگی اور صرف وعدوں پہ نہیں، بلکہ سابقہ کارکردگی کی بنیاد پہ سیاسی حمایت دینی ہوگی۔

2 وقف اداروں کی اصلاح و تنظیم: ملت کو اپنے اندرونی نظامات کی اصلاح کرنی ہوگی۔ وقف بورڈز کو بااختیار، شفاف اور قوم کے تئیں جوابدہ بنانے کی مہم چلانی ہوگی۔ باوقار، دیانت دار اور اہل افراد کو متولی بنایا جائے۔

3 قانونی چارہ جوئی: اس قانون کے خلاف عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے اور ایک مضبوط قانونی مقدمہ تیار کر کے اسے آئینی عدالت میں چیلنج کیا جائے۔

4 ملی اتحاد و بیداری: تمام مکاتبِ فکر، تمام ملی و دینی تنظیمیں اس مسئلے پہ متحد ہو جائیں۔ اختلافات کو پس پشت ڈال کر ایک آواز میں حکومت کو پیغام دیں کہ وقف کا تحفظ ہمارے ایمان کا مسئلہ ہے۔

5 عوامی بیداری مہم: گاؤں گاؤں، شہر شہر، مسجدوں، مدرسوں، جلسوں اور اجتماعات میں اس سازش کو عوام کے سامنے بے نقاب کیا جائے۔ خطبا، ائمہ، مدرسین اور طلبہ اس مہم کے

سپاہی بنیں۔

6 میڈیا اور بین الاقوامی اداروں سے رجوع: اس معاملے کو عالمی سطح پہ اجاگر کیا جائے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے کمیشن اور دیگر بین الاقوامی اداروں کو اس مذہبی آزادی کی خلاف ورزی سے آگاہ کیا جائے۔ یہ وقت عمل کا ہے، محض ردعمل کا نہیں، ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر ہم نے آج زبان نہ کھولی، تو کل ہماری سانسیں بھی چھین لی جائیں گی۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے وقار، اپنے اوقاف اور اپنے وجود کی حفاظت کے لیے صف بند ہو جائیں۔ "پس چہ باید کرد؟" اس کا ایک ہی جواب ہے: خود شناسی، خود اعتمادی، ملی یکجہتی اور جرأت مندانہ اقدام۔ اگر ہم نے یہ نہ کیا، تو تاریخ ہمارے خلاف گواہی دے گی اور نسلِ نو ہمیں معاف نہیں کرے گی۔ یہ تحریر ایک انتباہ ہے، ایک پکار ہے اور ایک دعوتِ عمل ہے۔

اسے سنجیدگی سے لیجیے۔ یہ صرف وقف کا سوال نہیں، یہ پوری ملت کی بقا خود انحصاری اور اس کے تشخص کا سوال ہے۔ اس بل کے نفاذ کے بعد جو منظر ابھرتا ہے وہ انتہائی المناک اور تکلیف دہ ہے۔ ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری عبادت گاہیں، دینی ادارے، مدارس، خانقاہیں اور قبرستان ایک ایک کر کے چھینے جائیں گے اور ہم صرف تماشائی بنے رہ جائیں گے، وقف مسلمانوں کی دینی، اخلاقی، تمدنی اور سماجی زندگی کا نہایت اہم ستون ہے۔ اس پہ کسی بھی طرح کا غیر شرعی یا غیر آئینی تصرف پوری ملت اسلامیہ کے حق میں سنگین ظلم ہوگا۔ وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ اس بل کے خلاف ایک متحدہ آواز بلند کی جائے، قانونی اور آئینی سطح پہ جدوجہد کی جائے اور ملت کو اس خطرے سے باخبر کیا جائے۔

◆◆◆

ص۶ رکا بقیہ..........

کے احکام پر عمل کے نتیجے میں ہوتا ہے، اس لیے اسلامی تہواروں کا آغاز ہی اللہ کی کبریائی اور اس کے ذکر واذکار سے ہوتا ہے۔

اسلامی تہوار مسلمانوں میں باہمی محبت و مروت کے فروغ کا بہترین ذریعہ ہیں، ان سے اخوت کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے، مسلمانوں کا باہم معانقہ کرنا، مصافحہ کرنا، رمضان کی مبارکباد پیش کرنا، تراویح وتسبیحات کی قبولیت کی ایک دوسرے کے حق میں دعا کرنا، ایک دوسرے کے حق میں مغفرت کی دعا کرنا، تحائف کا تبادلہ کرنا اور طعام کی دعوت دینا وغیرہ، ایک اخلاقی، مثالی اور فلاحی معاشرے کے قیام کی ضمانت دیتے ہیں۔

اخوت ومحبت کا یہ مظاہرہ صرف زندہ مسلمانوں کے درمیان ہی نہیں ہوتا بلکہ مسلمانوں کے اپنے تہواروں کے مواقع پر اپنے مرحومین کو یاد کرتے، نمازِ عید کی ادائیگی کے بعد اور برادرانِ اسلام سے ملاقات کے بعد قبرستان جانا اور مسلمان مرحومین کے حق میں دعائے مغفرت کرنا، سنّتِ متواترہ ہے۔

حضور غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ مسلمان کی عید طاعت و بندگی کی علامات کے ظاہر ہونے سے ہے، گناہوں اور خطاؤں سے دوری کی بنیاد پر ہے، سیأت (گناہوں) کے عوض حسنات (نیکیوں) کے حصول اور درجات کی بلندی کی بشارت ملنے پر ہے، اللہ رب العزت کی طرف سے خلعتیں، بخششیں اور کرامتیں حاصل ہونے کے باعث ہے .... پھر دل کے اتھاہ سمندر سے علوم و فنون اور حکمتوں کا بیان زبان پر رواں ہو جانے سے عید کی حقیقی مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ (غنیہ الطالبین، صفحہ ۴۱۰–۴۱۱)

ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ اظہار مسرت وشادمانی کے اس موقع پر بھی احکام شرع کا مکمل پاس ولحاظ رکھیں اور ہر اس عمل سے گریز رکھیں جو غضب الٰہی و رسالت پناہی کو دعوت دیتا ہے، یاد رکھیں حقیقی خوشی تو اللہ و رسول کی رضا وخوشنودی ہے، یہی حقیقی عید ہے جو مطلوب و مقصود مومن ہے۔

◆◆◆

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں اپنے تأثرات ضرور لکھیں، آپ کے تأثرات ماہنامہ سنی دنیا کے صفحات کی زینت بنیں گے، اگر آپ کاروباری ہیں تو رسالہ میں اپنے اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو ترقی بھی دے سکتے ہیں۔

(از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

وقت ہے خود کو بدلنے کا

ہندو احیا پرستی اس وقت سونامی میں تبدیل ہو چکی ہے۔ ملک کے بیش تر حصوں میں مسلم دشمنی کا بھوت سروں پر چڑھ کر ناچ رہا ہے۔ فرقہ پرستی سے کوسوں دور رہنے والا خطہ جنوبی ہند بھی شمالی ہندوستان کے انگاروں کی تپش محسوس کر رہا ہے۔ شمالی ہند ہی کے تجربات سے پورے ملک میں مسلم مخالف ماحول سازی کی جا رہی ہے۔

گذشتہ چند مہینوں میں ایسی کتنی ہی خبریں اور ویڈیو نگاہ سے گزرے جن سے اندازہ ہوا کہ مسلم دشمنی کا زہر جوانوں، بوڑھوں، عورتوں، اَن پڑھوں اور تعلیم یافتہ جیسے طبقوں بھی میں گہرے تک بیٹھ گیا ہے۔ ان کے نوجوان ٹوائلٹ میں مسلم بادشاہوں کے فوٹو لگا رہے ہیں۔ مسلم بادشاہوں کے ناموں سے منسوب ہورڈنگ/ بورڈوں پر پیشاب کر رہے ہیں۔ نئی عمر کے لڑکے/لڑکیاں مسلسل شدت ونفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ کل ملا کر ہندو کمیونٹی کا ایک بڑا طبقہ خصوصاً نوجوانوں کی اکثریت اس وقت فرقہ پرستی کے خمار میں اتنی مدمست ہے کہ اسے تعلیم کی فکر ہے نہ روزگار کی، اسے بس مسلم دشمنی کے نام پر ہڑدنگ مچانے کی چھوٹ سے زیادہ کچھ نہیں چاہیے۔ یہی وہ موقع ہے جب ہم اپنے نوجوانوں ان ہنگاموں سے ہٹا کر تعلیم ولیاقت کے حصول پر لگا دیں تو ان شاء اللہ اگلے بیس پچیس سالوں میں حالات کافی حد تک بدل سکتے ہیں۔

ہمارے مسائل

یوں تو ہمارے یہاں مسائل کا انبار ہے، لیکن چند بنیادی مسائل ایسے ہیں کہ جن کو حل کر لیا جائے تو دیگر مسائل کو حل کرنا کافی آسان ہو جائے گا۔ سر دست ہماری قوم ان دو مسئلوں سے زیادہ دو چار ہے: (۱) تعلیمی کمزوری (۲) فضول خرچی! تعلیمی اعتبار سے مسلمان بھارت کی سب سے کمزور قوم ہیں۔

سن 2011ء کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں میں تقریباً ستاون فیصد (57.3) آبادی ہی تعلیم یافتہ ہے یعنی تقریباً تینتالیس (43) فیصد لوگ اَن پڑھ ہیں، یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ تعلیم یافتہ کا پیمانہ صرف اتنا ہے کہ انسان ضرورت بھر پڑھنا لکھنا جانتا ہو۔ اس کا مطلب ڈگری ہولڈر ہونا نہیں ہے. ڈگری کو پیمانہ بنائیں تو مسلمانوں میں پونے تین فیصد (2.75) افراد ہی گریجویٹ یا اوپر کی تعلیم رکھتے ہیں جب کہ انٹر کرنے والوں کی تعداد بھی صرف بائیس (22) فیصد ہے۔

تعلیمی کمزوری اور حل

جمہوری ممالک میں کامیابی کا راستہ تعلیم سے ہو کر نکلتا ہے۔ مسلمانوں کو کومیاب ہونا ہے تو انہیں اپنے نوجوانوں کو تعلیم یافتہ بنانا پڑے گا۔ شرح خواندگی بڑھانے کے لیے ہمیں دو محاذ پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

اوّلاً اپنی بستیوں میں ترجیحی طور پر پرائمری اسکول/ جونئر ہائی اسکول اور انٹر کالجوں کا قیام کیا جائے۔ جہاں پہلے سے اسکول چل رہے ہیں انہیں معیاری تعلیم پر ابھارا جائے، ضرورتاً اخلاقی دباؤ بھی ڈالا جائے۔ سرمایہ دار طبقے کو اسکولی لائن میں انویسٹ کرنے پر ابھارا جائے۔ انہیں اسکول کے مالی/سماجی اور قومی فوائد بتائے جائیں۔ اچھے منتظم کو تلاشا جائے اور معیاری تعلیم اور اچھے ماحول کا بندوبست کیا جائے۔

دوسرے جو مدارس/ مکاتب ٹھیک ٹھاک سی عمارتوں میں چل رہے ہیں، انہیں بی ایس اے (B S A) یا اقلیتی وزارت سے پانچویں تک کی منظوری ضرور دلائیں، تا کہ بچہ مکتبی تعلیم کے ساتھ ساتھ پرائمری تعلیم بھی حاصل کر لے۔ یہ کام ذرا

احوال قوم وملت

*مضمون نگار ماہنامہ سوادِ اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

بھی مشکل نہیں ہے، ہمارے علاقے میں اسی پیٹرن کے کئی ادارے قائم ہیں اور اچھی طرح چل رہے ہیں۔خود ہماری فیملی میں اسی طرز کا ایک ادارہ پچھلے بیس سال سے حسن وخوبی کے ساتھ چل رہا ہے۔

فضول خرچی اور اس کا حل

مسلمانوں کی خراب عادتوں میں فضول خرچی سب سے نمایاں ہے۔معاملات اجتماعی ہوں یا انفرادی فضول خرچی دونوں طرف برابر جاری ہے۔اجتماعی معاملات میں شادی بیاہ اور موت وغمی شامل ہیں۔ان مواقع پر فضول خرچیوں کی ایسی ایسی رسمیں موجود ہیں جنہوں نے قوم مسلم کو غربت وتنگ دستی میں بری طرح جکڑ رکھا ہے۔انفرادی سطح پر ہمارے نوجوانوں میں ہوٹلنگ، پکنک، بائک رائڈنگ جیسے شوق شامل ہیں۔باپ کے پیسوں پر پلنے والا نوجوان ہر دوسرے تیسرے دن یاروں کے ساتھ ہوٹلنگ پر نکل جاتا ہے۔ہر مہینے دو مہینے میں کسی تفریحی مقام پر پکنک کا پروگرام بنالیا جاتا ہے۔جب کہ ہر روز دیر رات تک بائک رائڈنگ کا سیر سپاٹا بھی اسی فضول خرچی کا لازمی حصہ بنا ہوا ہے۔

یہ ساری فضول خرچیاں اس وقت ہو رہی ہیں جب کہ حکومت ہند کی 2013ء کی رپورٹ کے مطابق مسلمان بھارت کی سب سے غریب قوم ہیں۔اکتیس فیصد (31) مسلمان دائرہ غربت سے بھی نیچے کی زندگی گزار رہے ہیں۔ملک میں پندرہ فیصد آبادی ہونے کے باوجود بھکاریوں میں پچیس (25) فیصد مسلمان ہیں۔نیشنل سیمپل سروے آرگنائزیشن کے مطابق یومیہ آمدنی میں مسلمان سب سے نچلے پائیدان پر ہیں۔

اس خراب حالت کے باوجود بھی اگر ہمارے یہاں فضول خرچیاں کم نہیں ہو رہی ہیں تو اپنی بربادی کے لیے کسی بھی حکومت یا سماج کو ذمہ دار ٹھہرانا سراسر نادانی ہے۔سچ تو یہ ہے ہم خود ہی اپنے دشمن بنے بیٹھے ہیں،اس محاذ پر ہمیں بڑی محنت کی ضرورت ہے۔سماجی سطح پر خوشی وغمی کی رسموں کو بتدریج گھٹایا جائے۔فوری خاتمہ تو بے حد مشکل ہوگا لیکن بتدریج گھٹانے میں زیادہ دشواری نہیں ہوگی۔

یہ کام برادری کی سطح پر کرنا زیادہ آسان ہوگا۔اگر اس محاذ پر چند اہل ثروت کو سمجھا لیا جائے تو کام کافی آسان ہو جائے گا، کیوں کہ کسی امیر کا رسم ورواج سے پہلوتہی کرنا سماج پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔انفرادی سطح پر والدین اپنی اولادوں کو فضول خرچی کے شوقوں سے روکیں۔علما اس کے متعلق تقریروں میں بہ حکمت ذہن سازی کریں۔اس کی خرابیاں اور اس کے نقصانات واضح کریں۔فوری نہ صحیح لیکن مسلسل کوشش کی جائے تو چند سال میں اس کے اثرات محسوس ہونے لگیں گے۔

یہ بھی یاد رکھیں

یہ سب کام تحریر لکھنے یا پڑھنے جتنا آسان نہیں ہے۔اس لیے یہ امید نہ رکھیں کہ مہینے چھ مہینے میں حالات بدل جائیں گے؟ میاں! آج کل تو بخار بھی مہینے ڈیڑھ مہینے سے پہلے نہیں جاتا تو سالوں کی خراب رسمیں اور عادتیں دو چار مہینوں میں جانے والی نہیں ہیں لیکن صحیح علاج،مناسب پرہیز اور لگاتار دیکھ بھال ہوتی رہی تو ان شاء اللہ یہ موذی بیماریاں ضرور دور ہو جائیں گی۔ وقت کا پہیہ ایک ایک ایسے دورا ہے پر کھڑا ہے جہاں اغیار نے اپنے نوجوانوں کو ہماری دشمنی میں پاگل بنا دیا ہے، اگر ہم اپنے نوجوانوں کو لایعنی جواب اور مقابلے سے ہٹا کر تعلیم وہنر مندی میں لگا دیں تو مظلومی و مایوسی کے سارے بادلوں کو چھانٹ سکتے ہیں۔ ؎

سیاہ رات نہیں لیتی نام ڈھلنے کا
یہی تو وقت ہے سورج ترے نکلنے کا

ص ۵۱ رکا بقیہ..............................

حق شناسی کی بدولت ہی نبی کے اصحاب
بن کے تاریخ، کتابوں کے حوالوں میں رہے
ان کے گستاخ کو کیا عزت ورفعت کا خیال
وہ تو بس ذلت ورسوائی کے نالوں میں رہے
کچھ تو دل چسپی کا سامان ہو شامل گوہرؔ
حمد اور نعت بھی تو ادبی رسالوں میں رہے

از: عالمہ ذکریٰ امجدی واسطی گھوسوی *

بنات اسلام! ارتداد کے نرغے میں

اس چلتی پھرتی دنیا میں لوگوں نے جائز و نا جائز، حرام و حلال، رشتے سب کو خلط ملط کر دیا ہے، محرم وغیر محرم کا ایسا رشتہ، جسے زمانۂ ماضی کی عورتیں سوچنے سے بھی قاصر تھیں، وہ برائیاں حال میں اس قدر تیزی پر ہیں کہ سنبھالنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے، ہمارے معاشرے کا المیہ جو تیزی سے عروج کی طرف جا رہا ہے، وہ غیر محرم سے تعلق قائم کرنا ہے، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، سنی صحیح العقیدہ ہو یا غیر سنی! کیا فرق پڑتا ہے؟ ہے تو مرد ہی!

آخرت میں جواب دہی سے سبک دوش کوئی نہیں، لیکن ہماری مسلم خواتین تیزی سے ارتداد کے جال میں پھنس رہی ہیں، سوشل میڈیا بھرا پڑا ہے، جہاں مسلم خواتین دوسرے دھرم کو محبت کے نام پر اپنا کر ایمان و اسلام اور عزت و آبرو سب سے ہاتھ دھو رہی ہیں، انہیں اپنے ایمان و عقیدے کی حفاظت کا ایک لمحہ بھی خیال نہیں آتا، کیا؟ اس کے لئے کوئی شخصِ واحد ذمہ دار ہے؟ یہ وبا یہ عمومی ہے، خصوصی نہیں! سب توجہ دیں، چاہے آپ مسلم مرد سے ایک ناجائز تعلق میں بندھی ہیں یا غیر مسلم سے، ابھی بھی وقت ہے، لوٹ آئیں، زمانۂ ماضی کی طرف، لوٹ آئیں شریعتِ مطہرہ کی طرف۔

کاش! خواتین کی آنکھیں کھلیں، کان کھلیں، دل جاگے، ضمیر جاگے، اس سے پہلے کہ آپ مسلمہ سے غیر مسلمہ بن جائیں، ہوش کے ناخن لیں! جن کے سر سے پانی گزر چکا، ان پر افسوس، لیکن جنہوں نے محبت کے نام پر اپنے ایمان کو بیچ دیا، بعض ایسی بھی خواتین ہیں جنہوں نے دوسرے مذہب کو اپنا لیا اور انجام کچھ یوں ہے کہ کبھی انہیں بھوکا رکھا جاتا ہے، کبھی مارا جاتا ہے، کبھی آگ کی تپتی چنگاری میں زندہ جھونک دیا جاتا ہے، جنہیں محبت اور محبوب کے آگے کچھ نظر نہیں آتا، وہ سات پھیرے کے بعد سب سہ رہی ہیں۔

چند خبریں ایسی بھی گزری ہیں جہاں نفسانی خواہشات پوری کر کے ان کے اعضا کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا، کیا یہ سب سہنا آسان ہے؟ پھر جو دنیا میں برداشت کیا، وہ بالائے طاق! آخرت کا انجام کبھی سوچا؟ خیر! جو بہنیں اب بھی ناجائز رشتوں میں بندھی ہیں، وہ باز آجائیں، غیر مسلم کا انجام سخت سے سخت تر ہی کسی مسلم مرد کے ساتھ ناجائز رشتہ رکھنا بھی کوئی کارِ خیر نہیں، اس ارتداد کے فتنہ میں عالمہ، جاہلہ، شادی شدہ، غیر شادی شدہ سب پھنستی جا رہی ہیں، ہاں! مگر چھوٹوں کی غلطی چھوٹی ہوتی ہے، غور کریں، غیر شادی شدہ نے زنا کیا تو کوڑا مارا جائے گا، شادی شدہ نے زنا کیا تو سنگسار کیا جائے گا، جاہل نے غلطی کی تو ایک سزا ملے گی، عالم نے غلطی کی تو دوہری سزا ملے گی، لہٰذا جو کرو گے، وہ سہنا ضرور ہے، چاہے کم، یا زیادہ!

اے بنتِ حوا! ان تمام خرافات کی ذمہ دار آپ خود ہی ہیں، غیر مرد سے تعلق ایک زہرِ قاتل ہے، کسی بھی مرد سے میٹھے لہجہ، نرم دل اور چہک کر باتیں نہ کریں، خصوصاً غیر مسلموں سے! یہ آستین کے سانپ ہیں، انہوں نے اپنا مشن ظاہر کر دیا ہے، لہٰذا خود کی حفاظت کریں، اپنی اور اپنی آنے والی نسلوں کی حفاظت کریں، والدین کو کسی کے سامنے شرمندہ نہ ہونے دیں، الٹی گنگا نہ بہائیں، اپنے والدین کی رضامندی سے شادی کریں، یہ محبت صرف چار دن کی چاندنی ہے، پھر ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔

والدین! آپ کی توجہ زیادہ مطلوب ہے، بالخصوص نئی نسلوں کے لیے! آپ ان پر توجہ دیں، جوان اولاد گھر سے باہر چلی جاتی ہے اور والدین یونہی تکتے رہتے ہیں، بقیہ ص ۱۷ / پر

(از: عالمہ فردوس جبیں امجدی ضیائیہ*)

موبائل فون
نسل نو کے لئے موجودہ دور کا ایک بڑا فتنہ

شیخ موبائل کی صحبت سے نکل کر
شیخ کامل کی صحبت اختیار کر

دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام اپنے ماننے والے پر کچھ ایسے قیود عائد کرتا ہے جن میں نسلِ انسانی کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ اگر ان قوانین وضوابط کے مطابق زندگی گزاری جائے تو انسان فلاح وبہبود کی راہ پر گامزن ہوتا ہے، اور اس پابندی سے نکلنے کی ہلکی سی بھی سعی انسان کو ذلت ورسوائی کے دہانے پر لا چھوڑتی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم خود کو اور اپنے اہل وعیال کو اسلام کا پابند بنائیں۔ ہم میں سے ہر ایک کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم خود کو اور اپنے اقارب واعزّہ کو جہنم کی اس آگ سے بچائیں جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، ربِّ لم یزل نے قرآن میں اسی کا حکم یوں صادر فرمایا:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ .(التحریم 6) ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔''

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس آگ سے بچنے اور بچانے کا حکم ہوا، اس بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچانے والے اسباب کیا کیا ہیں؟ آج ہم جس دور میں قدم دوڑا رہے ہیں، اسے 21st century اور Modern Era کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس پُرفتن دور میں جہاں کئی مہلک فتنے سر اٹھائے نوعِ انسانی کی ہلاکت کے منتظر ہیں، وہیں ایک بڑا فتنہ موبائل فون کا غلط اور غیر محتاط استعمال بھی ہے۔ جوان ہو یا بوڑھے، مرد ہو یا عورت، سب اس موبائل فون کے اسیر بن چکے ہیں۔ جہاں بیش قیمت فون شہریوں اور مالداروں کے ہاتھ کی زینت ہے، وہیں دیہاتیوں اور غریب طبقے کے لوگوں کے لیے بھی باعثِ فخر ہے۔ غرض یہ کہ موبائل فون اور انٹرنیٹ ہر انسان کی دسترس میں ہے۔

یقیناً موبائل فون اس صدی کی حیرت انگیز ایجادات میں سے ایک ہے، جو گھنٹوں کا کام منٹوں میں انجام دے کر انسان کو آسانیاں فراہم کرتا ہے، سینکڑوں میل کے فاصلے ویڈیو کال کے ذریعے ایک لمحے میں ختم کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں نسلِ انسانی کی دیگر ضروریات وحاجات، مثلاً خرید وفروخت، منی ٹرانسفر اور تعلیم وتعلم وغیرہ کو بڑی سہولت کے ساتھ پوری کرتا ہے۔ لیکن کہتے ہیں نا کہ ہر سکے کے دو پہلو ہوتے ہیں:

"Every coin has two sides, one is good and another is bad."

افسوس کہ آج اکثریت موبائل فون کو منفی طور پر استعمال کرتی ہے۔ آج اس موبائل فون نے نوجوانوں کو دین سے دور کر دیا ہے۔ جن جاں بازوں کے ہاتھ میں دین کی سربلندی کی باگ ڈور ہوتی تھی، آج ان کے ہاتھوں میں پانچ انچ کا فون نظر آتا ہے۔ جن کو پرچمِ اسلام بلند کرنا تھا، وہ آج اپنے ہاتھ کو بلند کر کے سیلفی اور TikTok بناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ؎

وہ قوم جو کل تک کھیلتی تھی شمشیروں کے ساتھ
سینما دیکھتی ہے آج وہ اپنے ہمشیروں کے ساتھ

اس فون کی عادت نے کئی رشتوں کو بربادی اور تباہی کی دہلیز پر لا کھڑا کیا ہے، اس فون نے زوجین میں نااتفاقی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ پارٹنر ایک دوسرے کے مخلص نہ رہے، ہر ایک نے فون کو اپنی کل کائنات گردان لیا۔ زوجین ایک دوسرے سے چھپ کر کسی اجنبی سے تعلقات ومراسم قائم رکھتے ہیں، جس

احوال قوم وملت

کے سبب محبت کی یہ خوبصورت کشتی شک کے تنکے سے بکھرنے لگتی ہے، بالآخر طلاق اور خلع کی نوبت آجاتی ہے۔

جن نونہالوں کے ہاتھ میں قرآن کے سپارے نظر آتے تھے، آج ان کے ہاتھ میں فون نظر آتا ہے۔ از سحر تا شب Cartoons، Games اور Short Videos دیکھنے کی عادت نے ان کے چہرے سے سادگی چھین لی، کم عمری سے ہی ان نونہالوں کی بینائی کمزور ہو گئی، نتیجتاً آج ان بچوں کے چہروں پر چشمہ سجا ہوا نظر آتا ہے، جن ماؤں کو اسلام کا سپاہی اور مجاہدین تیار کرنا تھا، وہ اپنی اولاد کی تربیت سے کوسوں دور نظر آتی ہیں۔ گھنٹوں فون میں Serials اور فلمیں دیکھنے سے اکتاتی نہیں۔ جو مائیں بچوں کو قرآنی آیات بطور لوریاں سنایا کرتی تھیں، آج بچے کی ایک چیخ پر جھٹ سے فون کی اسکرین ان کی نظروں کے سامنے لا کر رکھ دیتی ہیں۔

جس بنتِ حوا کے ہاتھوں میں تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابیں ہونی چاہئیں، آج موبائل فون ان کے ہاتھوں کی زینت بن کر رہ گیا ہے۔ تعلیم کے نام پر نوجوان لڑکیاں انٹرنیٹ کا غلط استعمال کر کے اپنی عزت غیروں کے ہاتھوں فروخت کر رہی ہیں فون جیسی اس مصیبت نے ان کی عزت کو تار تار کرنے میں غیر معمولی کردار ادا کیا ہے، یہ فون ہمارے اعمال کو بھی نقصان پہنچا رہا ہے، آج حج اور عمرہ کے مبارک سفر پر بھی اس فون کی نحوست بشکلِ سیلفی دیکھنے کو ملتی ہے۔ وہ جگہ جو عرشِ معلیٰ سے بھی افضل ہے، جہاں فرشتے بھی ادب سے تشریف لاتے ہیں، اس مبارک جگہ پر ایسی بے حرمتی دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔

مسجد ہو یا قبرستان، ہر جگہ بے خوف وخطر لوگ موبائل فون کا استعمال کرتے ہیں۔ کچھ طالب علم جو نہ کتب بینی کی فرصت رکھتے ہیں اور نہ ہی مطالعے کا شوق، وہ بھی اپنا پیشوا موبائل فون کو مان کر ہر مسئلے میں انٹرنیٹ کا سہارا لیتے ہیں اور بغیر تحقیق کے مسائل کو بڑی برق رفتاری سے شیئر کرتے ہیں۔

جب بات فون اور انٹرنیٹ کی آئی تو اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھانا ضروری ہے کہ موجودہ دور میں کچھ Ex-Muslims احکامِ خداوندی کا مذاق بنا کر دینِ اسلام کو بدنام کرنے کی ناپاک سازش کر رہے ہیں۔ ان کی اس کرتوت کو لوگوں میں عام کرنے کا ذریعہ بھی یہی موبائل اور انٹرنیٹ بنا ہے، جس کی وجہ سے آج کئی بھولے بھالے مسلمان اسلامی قوانین کی مخالفت پر آمادہ ہو چکے ہیں۔ بالجملہ، اس فون کے منفی استعمال نے ہر جانب کوہرام مچا رکھا ہے۔ ایسے میں ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اس کے تدارک کی ہر ممکن سعی کریں:

”کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ۔ (ابو داؤد 2998) ترجمہ: تم سب راعی (حاکم) ہو اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیے جاؤ گے۔“

اللہ پاک ہم سب کو اپنے حصے کی شمع جلانے کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان کے ساتھ دنیا سے کوچ کرنا نصیب فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆◆◆

ص ۵۱ کا بقیہ..........................

دھو کے زمزم سے قلم کیجے رقم نعتِ نبی
تب کہیں صاحبِ لولاک کی مدحت ہوگی
جھوم کر پڑھتے رہو صل علیٰ صل علیٰ
خواب میں شاہِ مدینہ کی زیارت ہوگی
عشق والفت میں رقم کرتے رہو نعتِ نبی
"نعت کی نعت عبادت کی عبادت ہوگی"
جب نبی قبر میں آئیں گے نعیمِ رضوی
رشکِ گلزارِ جناں آپ کی تربت ہوگی

احوال قوم وملت

(از: مولانا خلیل احمد فیضانی *

جذباتی طرز فکر

جذبات کی عمر بہت مختصر ہوتی ہے، اس لیے جذبات کی دنیا میں رہنے والے افراد، استقلال واستقامت کی دولتِ نایاب سے تقریباً تقریباً محروم ہوتے ہیں، جبکہ کسی بھی کام میں کام یابی کے حصول کو یقینی بنانے اور اس میں کلیدی کردار ادا کرنے والی چیز استقامت اور استقرار ہی ہے۔ یہ سچ ہے کہ جذباتی افراد، زمینی حقائق سے اغماض برتتے ہوئے اپنے فیصلے صادر فرمارہے ہوتے ہیں، نتیجتاً ندامت کے سوا انہیں کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا ہے اس لیے عقل مندی یہی ہے کہ قضیہ متعلقہ کے مالہ وماعلیہ کو نہایت ہی باریک بینی اور تفحص کامل سے جانچا جائے اور مثبت و منفی کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ صادر کیا جائے، بصورت دیگر شرمندگی اور جگ ہنسائی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

یہ جذباتی طرز فکر، ہر جگہ کم زیادہ مقدار میں پائی جاسکتی ہے، مگر علی الخصوص مذہبی افراد کے حوالے سے بات کریں تو دو دو چار کی طرح کلیئر ہوجاتا ہے کہ جذباتی طرز فکر نسبتاً یہاں زیادہ پائی جاتی ہے۔ حالاں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی پاک کو اگر ہم بنظر غائر دیکھیں تو اندازہ ہوگا کہ ہمارے نبی نے ہمیشہ، زمینی چیزوں کو مدنظر رکھا اور اسی کے مطابق حکمت عملی اختیار فرما کر فیصلہ صادر فرمایا، یعنی آپ نے کبھی بھی، زمینی حقیقت سے اغماض برت کر چیزوں کو نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ آپ کے فیصلے حقائق اور دوراندیشی کے ساتھ طے پاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی بے مثال تھی، جس میں آپ نے زندگی کے ہر پہلو میں حکمت، دوراندیشی اور فہم وفراست کا مظاہرہ کیا۔ چند اہم مثالیں درج ذیل ہیں:

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ مسلمانوں کے لیے بظاہر ایک ظاہری شکست معلوم ہوتی تھی، لیکن یہ ایک حکمت سے بھر پور معاہدہ تھا۔ اس معاہدے کی بدولت دس سال کی جنگ بندی ہوئی اور اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔ اس حساس لمحے میں نبی ﷺ نے جذبات کے مطابق فیصلہ صادر کرنے کی بجائے وقتی مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے مخالفین کی شرائط قبول کیں، پھر دنیا نے دیکھا کہ اس ایک فیصلے کے اثرات کس قدر دوررس اور نتیجہ خیز ثابت ہوئے۔

فتح مکہ

فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے انتقامی کارروائی کو بالکل سپورٹ نہیں کیا بلکہ اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف کر دیا، حالاں کہ اللہ کے رسول چاہتے، تو ہزاروں مشرکین کو موت کی نیند سلا سکتے تھے مگر آپ نے اس گھڑی میں جذبات کی بجائے دوراندیشی اور حکمت عملی کا مظاہرہ فرمایا اور آپ کی یہی حکمت عملی کئی ایک مشرکین کی ہدایت کا سبب بنی، لاریب! آپ کا یہ عمل، حکمت پر مبنی تھا جس سے ہزاروں لوگ اسلام کے قریب ہوئے، آپ نے فرمایا:

" آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

دعوت کا حکیمانہ انداز

آپ ﷺ کا انداز دعوت انتہائی حکیمانہ تھا۔ آپ نے ہر فرد کے مزاج اور حالات کے مطابق دعوت دی۔ مثلاً: نوجوانوں کو جوش وجذبے کے ذریعے متاثر کیا۔ سرداروں کو عزت و وقار کے ساتھ مخاطب کیا۔ غلاموں اور مظلوموں کو ہمدردی اور انصاف کے ذریعے اپنی طرف راغب کیا۔ مکی زندگی میں آپ نے حلم وبردباری کا خوب مظاہرہ فرمایا کیوں وہاں حالات ہی کچھ اسی نوعیت کے تھے غرض یہ کہ سیرت الرسول کے جس گوشے کو دیکھا جائے وہاں پر پرسکون طور طریقے سے معاملات طے

* مضمون نگار دار العلوم فیضان اشفاق جودھ پور راجستھان کے استاذ ہیں۔

ہوتے نظر نواز ہوتے ہیں۔ ویسے بھی اللہ کے رسول نے فرمایا:

"عن أنس بن مالك رضي الله عنه، قال رسول الله ﷺ:التَّأني من الله، والعجلة من الشيطان.

(سنن الترمذی: حدیث2012) تدبر اور بردباری اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے۔"

حلم و بردباری

حکمت عملی اور جذبات سے اوپر اٹھ کر معاملات کی تہہ میں اتر کر چیزوں کو دیکھنا کس قدر فضیلت رکھتا ہے مندرجہ ذیل حدیث پاک سے اندازہ لگائیں نبی کریم ﷺ نے حضرت اشج عبدالقیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ:الحِلْمُ وَالْأَنَاةُ۔ (مشکوٰۃ شریف) ترجمہ: تم میں دو خصلتیں ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں: بردباری اور سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔"

مذکورہ دونوں احادیث اور بقیہ مثالیں اس بات کی بین ثبوت ہیں کہ شریعت مطہرہ جذباتیت، یا بغیر سوچے سمجھے فیصلے لینے کا مزاج نہیں دیتی ہے بلکہ ہر مقام پر منصوبہ بندی اور حکمت عملی کا سبق دیتی ہے۔ آپ نے کبھی بھی، گراؤنڈ ریلیٹی سے تغافل نہیں برتا بلکہ ان چیزوں کو ہمہ وقت مدنظر رکھ کر ہی اقدامات فرمائے، لاریب! آپ کا اسوۂ پاک ہمارے لیے نمونۂ عمل ہے ہمیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک کو صرف پڑھنے اور بیان کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ عمل درآمد کی بھی کوشش کرنی چاہیے اور اپنے ہر کام کو منصوبہ بندی، مضبوط پلاننگ اور کامل غور وخوض کے بعد ہی انجام دینا چاہیے۔

خیر یہ تو بات تھی مذہبی حوالے سے اور اگر قوم مسلم کی بات سیاسی حوالے سے کی جا تو یہاں صرف رسمی جذبات ہی نہیں، بلکہ بے ڈھنگم، سطحی، سوقیانہ طور طریقے بھی ہیں اور غیر ضروری جذبات کا تو اس قدر ابال ہے کہ پوری قوم جذبات کی دھار میں بہہ رہی ہے، سیاست ایک خار زار وادی ہے، اسے مسلمان بنانے کے لیے جہاں دانش وبینش، حکمت عملی، معاملہ فہمی جیسے اوصاف درکار ہیں ٹھیک اسی طرح، سیاسی میدان میں داخل ہونے والے ایک نو آموز سیاست داں کے لیے صبر وہمت، استقامت واستقرار اور شجاعت وبسالت جیسے اوصاف سے متصف ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔

ہمارے سماج میں نان پریکٹیکل none precticalسیاسی بازیگروں کی کمی نہیں ہے، قدم قدم پر سیاسی تبصرے چل رہے ہوتے ہیں تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جنہیں سیاست کے ابجد سے بھی واقفیت نہیں ہیں، وہ بھی اس ڈبیٹ کا حصہ بننے سے چوکتے نہیں ہیں۔ عملی میدان کا غازی بننے کے لیے کوئی بھی تیار نہیں ہے مگر گفتار کے غازی ہر چوک چوراہے پر گردش کرتے نظر آئیں گے۔ یہ سچ ہے کہ ہم کسی بھی معاملے کو اس کے مالہ وما علیہ کے ساتھ تہہ تک اتر کر نہیں سمجھتے ہیں نتیجتاً سطحیت وکچے پن کی نذر ہو کر غیر ضروری ابال اور ضرر رساں جذبات میں بہہ کر اغیار کی نظر میں خود کو مجروح سا کر دیا ہے۔ سنجیدہ افراد اور سنجیدہ اقوام کبھی بھی اس طرح کی بچکانہ اور نان پریکٹیکل باتیں نہیں کرتی ہیں بلکہ وہ لوگ ہمہ وقت جہان نو کی تلاش میں لگے رہتے ہیں اور منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاشتے رہتے ہیں حالاں کہ یہ طرز حیات ایک مرد مومن کا عملی شعار ہونا چاہیے۔

آج غیر مسلم بالخصوص برادران وطن غیر ضروری مجلسوں کی رونق بڑھانے اور سیاسی امور میں غیر عملی تبصرے کرنے کی بجائے نہایت ہی تندہی کے ساتھ اپنا اور اپنی پچھڑی ہوئی قوم کا ڈیولپمنٹ کر رہے ہیں مگر ہمارے ہاں حالت یہ ہے کہ سرد مہری، غیر سنجیدگی اور ایک دوسرے پر لایعنی تبصرے کرنا قوم کے پنچ پٹیلوں اور جذباتیت سے لدے نوجوانوں کا محبوب مشغلہ بن چکا ہے، سیاسی انتخابی مہم کا طبل جب بجتا ہے تو آوے کا آوا اس میں کود پڑتا ہے، کیا جوان، کیا نوجوان، کیا ادھیڑ عمر، کیا عمر دراز بزرگ حضرات، اوپر سے نیچے تک سارے ہی اپنے سیاسی ذوق کی تسکین کے سامان بڑی وفاداری کے ساتھ فراہم کر رہے ہوتے ہیں، چوک چوراہوں، کیفوں، چائے خانوں اور ہوٹلوں میں جو گل غپاڑہ، شور شرابا اور ہنگامہ خیز کھنچا تان چل رہی ہوتی ہے وہ دیکھتے اور سنتے ہی بنتی ہے۔

بزرگان دین کی زندگیاں، ہمارے لیے نمونہ عمل ہوتی ہیں مگر قوم مسلم کا رویہ بزرگان دین کے حوالے سے بھی نہایت مایوس کن ہے، بزرگوں کے اعراس کی تقریبات کو دھوم دھام سے منا کر شاید ہم اس خبط اور زعم کے شکار ہو جاتے ہیں کہ فرض کفایہ ادا ہو گیا، اب کچھ کرنے دھرنے کی چنداں حاجت نہیں ہے، نتیجتاً اس کے بعد گوشہ گیر ہو کر گمنامی کے ایسے مکیں بنتے ہیں کہ دور دور تک کہیں نظر نہیں آتے۔

غالباً یہی وجہ کارفرما ہے کہ ہم نے اتنے بڑے رہنماؤں کو عرس واعراس، چادر، گاگر، قوالی، غسل مزار، مجہول تبرکات، تعزیہ، علم، لنگر، کھچڑا، ملیدہ، خلافت، چلہ، چراغ جیسی چند روایتی تقریبات کے حصار میں محصور کر کے رکھ دیا ہے۔

ٹھیک ہمارا یہی رویہ، ہر اس بھلے انسان کے بارے میں رہا ہے جو ہمارے بھلے کی بات کرتا ہے۔ نتیجتاً پچھلے کچھ عرصے سے جتنی مار ہم کھا رہے ہیں اور جس قدر پسپائی، انحطاط عمل، فکری پستی اور مادی طاقتوں کے ٹارگیٹ target ہم بنتے جا رہے ہیں، اتنی شاید ہی کوئی دوسری اقلیت ان سب چیزوں کی شکار ہو۔ ہماری سطحی جذباتیت، فکر کے کچے پن اور غیر ضروری ابال نے ہمیں زمانے کی دھار سے کاٹ کر شاید کہیں دور پھینک دیا ہے کہ جہاں سے بے ہنگم شور اور بغیر آہنگ کے جوش کے سوا کچھ سنائی نہیں دے رہا ہے۔ نہ کوئی سود زیاں سے ماورا قیادت ہمیں نظر آتی ہے نہ ہی ایک نقطۂ نظر پر جمع کرنے والی فکر ہمارے کسی بڑے قائد کے پاس ہے۔ بلندی نگاہ، سخن دل نواز اور سوز وگداز سے متصف قائدین وعمائدین اس قوم کو کیوں نصیب نہیں ہو رہے ہیں؟

قیادت کا انحطاط ہے یا پھر مسلم قوم اپنا قائد ڈھونڈنے یا پھر تسلیم کرنے میں یکسر ناکام ہو چکی ہے؟ بنا گائیڈنس کے انفرادی سطح کی مساعی بار آور نہیں ہو سکتیں، بار آور ہونا تو دور بسا اوقات سیاسی بازیگروں کی دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل کا سبب بھی بن جاتی ہیں اور وہ اس کو نیا موڑ، نئی لے اور باغیانہ مساعی ڈکلیئرڈ declared کر کے اپنی قوم کے ہیرو بنتے نظر آتے ہیں۔ یہ سارا کھیل پچھلے عرصے سے تسلسل کے ساتھ ہمارے ساتھ بڑے ہی شاطرانہ اسلوب میں کھیلا جا رہا ہے، جسے ہم بڑے قریب سے دیکھتے اور برداشت کرتے آ رہے ہیں اور شاید مستقبل بعید میں بھی کرنا پڑے۔

یہی کوششیں اور کاوشیں اگر کسی سنجیدہ، علمی اور زمینی قیادت کے سائبان تلے ہوتیں تو ان کا رنگ اور اثر ہی کچھ اور ہوتا۔ ملک عزیز کی غیر مسلم اقوام جسے تسلیم کرنا چاہیے تھا انہیں وہ عملی طور پر اپنا رہنما اور قائد تسلیم کر چکی ہیں، مولا کریم ہمیں باتوفیق اور عالی ہمت بنائے، اپنوں پر اعتبار کرنے اور حتی الوسع ان کے مشن سے عملی ارتباط کی توفیق سعید بخشے۔

ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی سب سے مضبوط و مستحکم صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مسلم قائدین و مسلم عوام اپنا "ذہنی گیپ" دور کریں ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں، اپنے اپنے انداز فکر اور طرز عمل اور اپنی سیاسی اور عملی روش پر سنجیدگی اور تحمل کے ساتھ نظر ثانی کریں۔ ذہنی انتشار، بات بات پر بکھر جانے، ٹال مٹول کی بجائے اپنی صفوں میں ممکن حد تک یگانگت واتحاد پیدا کریں۔ بدگمانی اور غیر ضروری تنقید وتبصرہ سے پرہیز کریں۔ ملی مفاد کو مقدم رکھتے ہوئے اسے ہر حال میں ترجیح دیں کیوں کہ اس کے اندر طاقت بھی ہے، وزن بھی ہے، اجتماعیت بھی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ؎

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا اور بیرون دریا کچھ نہیں

رب کریم ہمیں، عقل سلیم اور فکر مستقیم عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

امام احمد رضا نمبر

ماہنامہ سنی دنیا کا ایک عظیم صحافتی کارنامہ، امام اہل سنت کی حیات وخدمات کو ایک نئے زاویئے سے پیش کرنے والا ایک دستاویزی شمارہ، صرف ۲۰۰/روپئے ادارہ کو بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔

احوال قوم وملت

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

اعلیٰ حضرت کی بے مثال شاعری

کل قصیدہ معراجیہ پڑھ رہا تھا تو شعر پڑھ کر سرکار اعلیٰ حضرت کی ذات پر مزید حیرانی بڑھ گئی، ویسے تو ہر شعر ہی لاجواب ہے لیکن جس شعر کی تعبیر نے حیران کر دیا وہ شعر یہ تھا: ؎

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

تھوڑی بہت شاعری سے شغف درس نظامی والوں کو ہوتا ہی ہے اس لیے ہمیں بھی تھوڑا شغف رہا ہے اور کافی شعرا کو پڑھا بھی ہے لیکن جہاں تک میری نظر گئی وہاں تک ایسی تعبیرات آج تک نہ دیکھیں، یہ فکر رضا کا ہی خاصہ ہے اور ان کے تخیل کی معراج ہی اسے کہا جا سکتا ہے، ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

چوں کہ ہم شاعر نہیں اور زیادہ کچھ جانتے بھی نہیں! ہاں اشعار خواں ہیں یہ کہہ سکتے ہیں، فنی علم نہیں، لیکن جنھوں نے زیادہ پڑھا ہے اور شاعری کو فنی طور پر سمجھا ہے وہ بس اعلیٰ حضرت کے اس ایک شعر کا مقابل شعر پیش کریں تاکہ ہمارے علم میں بھی اضافہ ہو۔ ؎

گیسو و قد لام الف کر دو بلا منصرف
لا کے تہہ تیغ لا تم پہ کروڑوں درود

اس شعر میں جو "ل" کے ساتھ قد نبی کریم علیہ السلام کی تشبیہ اور گیسوؤں کے ساتھ "آ" (الف) کی تشبیہ اور پھر اس لام الف کے مجموعے سے پیکر نور کا تعین، پھر اسی لام الف کے اردو معنی قریب لانے کے اور عربی میں "نہیں" کی تیغ براں مراد لے کر مصائب و آلام کو ذبح کرنے کی جو پیاری، نادر، محیر العقول اور عجیب منظر کشی فرمائی ہے، اس کا جواب کہیں دیکھنے کو نہیں ملتا، یہ چیز تو سرکار اعلیٰ حضرت ارضاہ عنا کا ہی خاصہ ہے۔ پھر بھی دعویٰ ہے تو ثبوت پیش کیا جائے۔ ع

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

آسان زبان میں اس کی تشریح یوں ہے کہ ہمارے نبی مکرم علیہ السلام کے در اقدس سے مانگنے والے تو خالی جاتے ہی نہیں، بل کہ بے مانگے بھی پاتے ہیں اور خوب پاتے ہیں، اب دیکھیے مذکورہ شعر میں نبی کریم علیہ السلام کا قد انور اور زلف عنبریں قیام کی حالت میں عربی کا "لا" بنتا ہے جس کا معنی ہوتا ہے "نہیں" سائل آتا ہے تو وہ دہن اقدس سے تو لفظ "نہیں" سنتا ہی نہیں، لیکن آپ کا سراپا ضرور لا یعنی "نہیں" کی تصویر بنا ہوا ہے، پہلے دہن اقدس سے نہیں کے متعلق یہ اشعار پڑھیے پھر سراپا جو کہ "لا" بنتا ہے اس پر بات کرتے ہیں۔ سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ؎

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ "لا" ہے نہ حاجت اگر کی ہے

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں
اور "نا" کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

فرزدق کہتا ہے: ؎

ما قال لا قط إلا فی التشهد
لو لا التشهد كانت لاءه نعم

ایک فارسی شاعر کہتا ہے: ؎

نہ رفت لا بزبان مبارکش ہرگز
مگر در اشہد ان لا الہ الا اللہ

یہ تو ہوئی سائل کی بات جب وہ مانگے، رہا آپ کا سراپا جو نہیں کا معنی دے رہا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ تو سنیے! سرکار

*مضمون نگار تحریک علمائے بندیل کھنڈ کے چیئرمین ہیں۔

اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ کا قد آور گیسو مل لا یعنی "نہیں" بنتے ہیں، آپ کے قد میں جو" لا" کی صورت بن رہی ہے وہ" نہیں" کی تلوار ہے اور یہ اس لیے ہے کہ جو مصائب امتیوں پر آئیں گے وہ اسی لا کی تلوار سے ذبح کر دیئے جائیں گے اور امتیوں کو مصائب وآلام سے بچالیا جائے گا، نتیجہ آلام ختم تو باقی رہنے والی صرف خوشیاں ہیں اور مومنین کو دائمی خوشیاں ملنے والی ہیں اور اسی قد انور کی مرہون منت ہیں، چلیے اب مذکورہ شعر پر بات کرتے ہیں: ع

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں
تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں

یہ ایک مصرع ہے لیکن اس میں غور کریں تو دماغ گھوم جاتا ہے، شدت پیاس کی وجہ سے زبان سوکھ جاتی ہے، اردو میں اسے یوں بولا جاتا ہے" زبان سوکھ کر کانٹا ہوگئی" کیوں کہ جب بدن کو پانی نہیں ملتا تو بدن میں خشکی زیادہ بڑھ جاتی ہے اس کا اثر زبان پر بھی ہوتا ہے، اس وقت زبان کانٹے جیسی کھڑی ہوجاتی ہے اور حلق، تالو میں زبان کی چبھن کانٹے سے کم محسوس نہیں ہوتی، اسی کو" سوکھ کر کانٹا" ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے، لیکن زبان سوکھ کس کی رہی ہے ذرا اس پر غور فرمائیں، جو ساری دنیا میں تری کا سبب ہے، اسی کی زبان، یعنی پانی کی زبان کو''سوکھا'' کہا جارہا ہے اور پانی کی زبان کیا ہے؟ موجیں، یعنی پانی اپنی شدت پیاس کے باعث اپنی زبان یعنی موجوں کو دکھا کر پانی مانگ رہا ہے، جب کوئی شدید پیاسا ہو تو پانی مانگنے کے لئے پیاس کی شدت کو دکھانے کے لیے زبان ہی نکالتا ہے کیوں کہ شدت پیاس کے باعث اس سے بولا نہیں جاتا۔

اب پیاس کی دو صورتیں ہوئیں پہلی یہ کہ پیاس اتنی سخت لگی ہو کہ بولا بھی نہ جاسکے اور زبان دکھا کر اشارتاً پانی مانگے، دوسری یہ کہ ابھی پیاس تو لگی ہے لیکن اتنی سخت نہیں کہ بول نہ سکے، یعنی پیاسا خود بھی پانی مانگ سکتا ہے، پہلی صورت میں صرف زبان دکھاتا ہے کیوں کہ بول نہیں سکتا، مذکورہ مصرع میں پہلی صورت پیش کی گئی ہے کہ پانی کو اس قدر شدید پیاس لگی ہے کہ وہ بول تک نہیں سکتا اس لیے اپنی زبان یعنی موجوں کو دکھا کر پانی مانگ رہا ہے.................ایسی تعبیر بھلا کہیں دیکھی ہے؟ اسی لیے ہم کہتے ہیں میرؔ و غالبؔ بھی کسی کام کے ہیں؟ میرے امام کا جواب نہیں ہے، واقعی میرے رضاؔ کا یہی حال ہے کہ ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

یعنی آپ فرمارہے ہیں کہ یہ پانی کی موجیں جو اوپر اٹھتی ہوئی آتی ہیں، یہ ایسے ہی نہیں آرہی ہیں بل کہ پانی کی طرف سے فریاد لے کر آرہی ہیں تا کہ پانی کی پیاس کی شدت کو دکھا کر پانی مانگ سکیں، جب بندہ پیاسا ہوتا ہے تو پریشانی کی حالت میں تڑپتا، بلکتا بھی ہے، کبھی اس پہلو ہوتا ہے کبھی اس پہلو، لیکن اسے قرار کسی پہلو نصیب نہیں ہوتا، جب تک کہ اس کی پریشانی دور نہ ہو جائے، اعلی حضرت ارضاہ عنا نے کیسی پیاری تشبیہ کی مثال پیش کی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ جو یہ موجیں لہراتی بلکھاتی ہوئی آرہی ہیں یہ پانی کی شدت پیاس کی بنا پر اس کی تڑپ ہے جسے کسی پہلو قرار نہیں ہے ہر وقت فریاد لیے چلی ارہی ہیں کہ کسی طرح پانی پائیں اور اپنی تشنگی بجھائیں، اب مصرع یوں مکمل ہوتا ہے کہ ع

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں

اس شاعری پہ کون نہ مرجائے اے خدا! اب دوسرے مصرع کی جانب چلتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں: ع

بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

آپ سبھی" بھنور" کے متعلق جانتے ہوں گے اور دیکھا بھی ہوگا، ندیوں میں بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جہاں یہ بھنور ہوتے ہیں اور ان کی حد کوئی نہیں جانتا، اس میں جو چیز پڑ گئی اس کا بچنا مشکل ہے، بڑی بڑی کشتیاں اس بھنور کی نذر ہوجاتی ہیں، یہ گولائی میں ایک دائرہ ہوتا ہے اور اپنے قریب سے گزرنے والی ہر چیز کو اپنی جانب تیزی سے کھینچتا ہے جس کے باعث وہاں ایک حلقہ یعنی گڑھا سا بن جاتا ہے، بہت سارا پانی اسی میں

جاتا ہے، اس میں پھنسنے کے بعد اگر کوئی کشتی نکل جائے تو معجزہ ہی کہا جائے گا، بات شاعری کی چل رہی ہے تو بھنور پر یہ مشہور شعر بھی پڑھتے چلیے۔ ؎

طوفان کر رہا تھا مرے عزم کا طواف
دنیا سمجھ رہی تھی کہ کشتی بھنور میں ہے

چوں کہ بھنور بھی ندی یا پانی کا حصہ ہوتا ہے اس لیے سرکار اعلیٰ حضرت نے پانی کی شدت پیاس کے ساتھ اسے بھی شامل فرمایا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ندیوں میں جو بھنور ہوتے ہیں وہ بھنور نہیں بل کہ وہ پانی کی حالت ناگفتہ بہ ہوتی ہے، پیاس کی شدت کے باعث اس کو اس قدر کمزوری لاحق ہوگئی ہے کہ اس کی آنکھیں اندر گھس گئی ہیں جیسے کسی کمزور شخص کی آنکھیں بیماری اور کمزوری کے باعث اندر دھنس جاتی ہیں اور آنکھوں میں گڑھے یعنی حلقے پڑ جاتے ہیں ویسے ہی یہ بھنور پانی کی آنکھ ہے اور پانی کی آنکھوں میں ضعف وتشنگی کے باعث حلقے پڑ گئے ہیں، جسے ہم بھنور سے تعبیر کرتے ہیں، اعلیٰ حضرت ارضاہ عنا اس مصرع میں فرما رہے ہیں کہ دنیا والے بھلے ہی اسے بھنور سمجھ رہے ہوں لیکن اصل بات یہ ہے کہ پانی کو پانی نہ ملنے کی بنا پر اس قدر ضعف وکمزوری آئی ہے کہ اس کی آنکھوں میں یہ بڑے بڑے حلقے ندیوں میں جگہ جگہ پڑے ہوئے ہیں۔

اب ایک بار پھر پورا شعر پڑھیے اور دماغ گھما دینے والی تشبیہ کو ذہن میں رکھیے: ؎

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

یہ دونوں اشعار اور ان کی تشریحات پڑھ کر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت کا مقام فن شاعری میں کس قدر اعلیٰ ہے، سرکار اعلیٰ حضرت نے چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سے بڑی بحروں میں کلام کہے ہیں اور عجیب عجیب تشبیہات واستعارے، کنایے استعمال فرمائے ہیں، آپ کی نظر میں اگر ایسی ہی شاعری کسی اور شاعر کی ہو تو ضرور مطلع کریں، ہمیں انتظار ہے۔

ص ۵۴ کا بقیہ........................

11 / اپریل قبل از نماز جمعہ مدینہ مسجد میں علامہ شیخ اسماعیل ازہری (پرنسپل معہد الامام الماتریدی للدراسات العلیا) نے فرمایا۔ آپ نے یوم رضا کی مناسبت سے منعقدہ پروگرام میں اوقاف کی شرعی حیثیت کے ضمن میں کہا کہ: اپنا محبوب اثاثہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب قرآن مقدس نے دی ہے۔ صحابۂ کرام نے راہِ خدا میں مال بھی خرچ فرمایا اور فلاحِ مسلمین کے لیے زمینیں بھی وقف کیں۔ ملک میں دستوری طور پر مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اوقاف کی نوعیت خالص مذہبی ہے اس لیے اوقاف پر حملہ مذہبی آزادی پر حملہ ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مساجد، مدارس، درگاہ، خانقاہ اور دیگر اوقاف کی املاک کی حفاظت کریں۔

اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ میں اوقاف کی شرعی حیثیت پر سیکڑوں صفحات قلم بند فرمائے ہیں۔ فقہی اعتبار سے اوقاف کی حفاظت کے لیے ذمہ داریوں کے احساس کو جگایا ہے، اوقاف کے توسط سے خدمتِ دین کا فریضہ انجام دیا جاتا ہے؛ جسے اسلام دشمن قوتیں برداشت نہیں کر سکتیں۔ اوقاف کو اپنے کنٹرول میں لے کر حکمراں چاہتے ہیں کہ مسلمانوں پر قدغن لگا دیا جائے۔ دشمنوں کی چالوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اوقاف کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے غریب ومستحق مسلمانوں کی امداد واعانت کا انتظام فرمایا۔ وقف کے مقاصد کو فراموش کر کے قوم کو انحطاط و پستی کی راہ پر ڈال دیا ہے، وقف کے اسلامی نظام کو بروئے کار لا کر مسلمانوں کے تعلیمی استحکام کے لیے کام کیا جا سکتا ہے، احکام اسلام پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم فتنہ ہائے عصر کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے آپ نے کہا کہ اوقافی جائیدادیں کل کی کل مذہبی حیثیت رکھتی ہیں، اس لیے ان پر حملہ مذہب ہر حملہ ہے، اس موقع پر خطبۂ جمعہ علامہ شیخ اسماعیل ازہری نے ارشاد فرمایا، امامت حافظ فراز احمد برکاتی نے کی، بعد از سلام باقیام قرآن خوانی وفاتحہ خوانی کا اہتمام ہوا۔ اخیر میں نوری مشن کی مطبوعہ کتاب "قرآن، سائنس اور امام احمد رضا" کی تقسیم عمل میں آئی۔ اہتمام میں نوری مشن/ٹرسٹیان وانتظامیہ مدینہ مسجد نے حصہ لیا۔

رپورٹ: ٹیم نوری مشن، مالیگاؤں

از: مفتی جمیل احمد قادری*

امام احمد رضا سے اختلاف کیوں نہیں کرسکتے؟

ادھر کچھ سالوں سے بعض فتنہ پرور لوگوں کی طرف سے سوال اٹھایا جارہا ہے کہ آخر امام احمد رضا سے علمی اختلاف کیوں نہیں کیا جاسکتا؟ جبکہ حضور اعلیٰ حضرت نے اپنے اکابر علما اور فقہا سے اختلاف کیا ہے اور اس ضمن میں بطور دلائل کئی قسم کی باتیں کی جاتی ہیں، مثلاً: ایک صاحب نے لکھا کہ مسجد نبوی میں عین خطبہ کے وقت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو ایک خاتون نے باب مہر کے ایک مسئلے میں ٹوکا اور ان سے اختلاف کیا تھا۔ کسی نے ماضی قریب کی مقتدر شخصیات کو حوالے میں پیش کیا، کہ انہوں نے اپنے بڑوں کے ساتھ اختلاف کیا، مثلاً: مفتی شریف الحق امجدی صاحب نے، علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ سے چاند پر جانے کے مسئلے میں اختلاف کیا۔

بنارس میں ایک صاحب نے قریباً 30/سال پہلے ”آئینہ“ نامی ایک رسالے میں ایسے ہی کئی مقامات اور اختلافات کی نشاندہی کی تھی، جس میں حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے بعض فقہی مسائل میں سیدی اعلیٰ حضرت سے اختلاف کیا ہے۔

راقم کہتا ہے کہ بابِ اختلاف میں علمی تبحر اور ادراکِ تام کا خاصا دخل ہے، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جس فن میں اختلاف کریں، اُس میں مہارت کے ساتھ اُس کے مالَہٗ وماعَلَیہ پر بھی پورا دَرک ہو۔

ماضی میں جتنی مثالیں ملتی ہیں، سب میں یہ وصف نمایاں نظر آتا ہے، مثلاً: فاروقِ اعظم نے عورتوں کا مہر کم رکھنے کی بات کی، تو جس خاتون نے ٹوکا تھا، انہوں نے قرآن کا حوالہ دیا اور لفظ ”قنطار“ کو اپنا مُستدل بنا کر کہا تھا کہ قرآن میں تو لفظِ ”قنطار“ آیا ہے، جس کا معنی ہے ”ڈھیر سارا مال“ یعنی عورتوں کو اگر تم نے مہر میں ڈھیروں مال دے رکھا ہے تو اُن سے واپس نہ لو۔ (سورۂ نساء، آیت نمبر 20)

وہ خاتون، قرآن کی آیات ومعانی کو سمجھتی تھیں، سببِ نزول، ناسخ ومنسوخ، حقیقت ومجاز، عبارت ودلالت اور لغات سے خوب واقف تھیں، جبھی تو سب خاموش ہو گئے۔ ساتھ ہی اُنہیں دلائل کے درجات کا بھی پتہ تھا کہ نصوصِ قرآنیہ، مسائلِ اجتہادیہ پر فائق ہوتی ہیں۔ فاروقِ اعظم نے جو کچھ فرمایا تھا، وہ اجتہاد پر مبنی تھا۔ اُس کے بالمقابل خاتون نے نصِ صریح پیش کی اور وہ بھی نصِ قرآنی۔

سیدنا امام اعظم سے دیگر مجتہدین نے جو اختلاف کیا، تو اُن کے اختلافات بھی انہیں حقائق پر مبنی تھے۔ قرآنی آیات کے مقابلے میں آیات پیش کرتے، حدیثی تصریحات کے سامنے اُسی پایے کی دوسری روایت پیش کرتے، عقلی دلائل کو عقل سے توڑنے کی کوشش کرتے۔ علوم، مہارت اور قوتِ اجتہاد میں ہم پلہ تھے، اسی لیے اسلامی تاریخ نے اُنہیں اپنے دامن میں جگہ دی۔

امام اعظم کے شاگردوں نے اپنے استاد سے اگر اختلاف کیا تو دراصل اُن شاگردوں نے اپنی رائے امام اعظم کی رائے کے سامنے پیش کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ امام اعظم ہی کے متعدد اقوال کو ان کے شاگرد دلائل سے مبرہن کرتے، پھر اُستاد پر پیش کرتے۔ امام اعظم اُن پر کامل غور وخوض فرماتے اور پھر تأمل ومباحثہ کے بعد اسے لکھ لیا جاتا۔

چونکہ دلائل شاگرد کے ہوتے، لہٰذا انہیں کا قول قرار پاتا اور انہیں کے نام سے وہ مسئلہ موسوم ہوتا۔ یہ نہیں کہ شاگردوں نے اختلاف کر کے اپنا الگ مسئلہ بیان فرمایا، ورنہ امام محمد یا امام زُفر وغیرہ کے قول پر عمل کرنے والا حنفی کیوں کہلاتا؟ اُسے

* مضمون نگار جامع رضا پٹنہ کے بانی وسرپرست ہیں۔

تومحمدی یا زُفری یا یوسفی کہلانا چاہیے۔ (اگر اس مسئلے کی مزید تحقیق دیکھنی ہوتو امام احمد رضا کا رسالہ "اَجلی الاعلام اَنّ الْفَتْوٰی مُطْلَقًا عَلٰی قَوْلِ الْاِمَام" دیکھیں، یا پھر "مقدمہ فتاویٰ مفتی اعظم" کامطالعہ کریں۔)

صدرالشریعہ کی اگر بعض عبارتیں، امام احمد رضا کی عبارتوں سے متصادم ہیں، تو یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ صدرالشریعہ کی علمی رفعت، اہل سنت میں مسلم ہے، خود امام اہل سنت نے ان کی فقاہت کی تعریف فرمائی ہے۔ ٹھیک اسی طرح شارح بخاری نے اگر چاند کے مسئلے میں سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کے خلاف تحقیق پیش کی ہے، تو دونوں شخصیات کی علمی جلالت عروج پر تھی۔ ایسے حضرات اگر کسی مسئلے میں اختلاف کریں تو یہ ان کی شان ہے۔ کہ علم و تدبر، وسعت و گہرائی میں ایک دوسرے کے ہم پلہ ہیں۔

رہی بات امام احمد رضا کی، تو ان کے معاصرین میں دوچند نے اختلاف کیا۔لیکن حق امام اہل سنت کے ساتھ تھا۔ آج کے ننھے منے محققین کس شمار وقطار میں ہیں؟ یہ نہ معاصر ہیں، نہ اعلیٰ حضرت کے بالمقابل علم وفضل میں کوئی حصہ رکھتے ہیں۔ آج والوں کے پاس تو امام احمد رضا کی اردو عبارت سمجھنے کی لیاقت نہیں۔تحقیقات میں اختلاف کرنا تو بڑی بات ہے۔ میں نے جو "اردو عبارت" کی بات کی ہے تو وہ تحقیراً نہیں بلکہ فی الواقع ایسا ہے۔ میں حضور، امام، احمد رضا رضی اللہ عنہ کا ایک اردو جملہ ناظرین کے حوالے کرتا ہوں اور اختلاف کے سودائیوں کو چیلنج بھی کرتا ہوں کہ اس جملے کو حل کردو! اگر پسینے نہ چھوٹ گئے تو کہنا! وہ جملہ ہے:

" تصور شیخ بروجہ رابطہ جسے برزخ بھی کہتے ہیں، جس طرح حضرات صوفیہ صافیہ قَدَّسَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی بِاَسْرَارِھِمُ الْوَافِیَۃِ میں خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ معمول وما ثور اور اُن کی تصانیف منیفہ ومکتوبات شریفہ وملفوظات لطیفہ میں بتواتر مذکور ومسطور وغیر مستور کہ شبح شیخ حاشا بلکہ عین شیخ کہ شبح حُضُوْرًا وَغَیْبَۃً صرف مرآت ملاحظہ ہے اور کار حقیقۃً کار روح جو بعد صفائی کدورات حیوانیہ وانجلائے ظلمات نفسانیہ صورت واحدہ شہادت وہیاکل مکثرہ مثالیہ میں دفعۃً ہزار جگہ کام کرسکتی ہے۔ جیسا کہ بارہا مشاہدہ ومرئی اور حضرات اولیا سے بکثرت مروی اور عالم رویا میں بے شرط ولایت جاری، جسے افعال عجیبہ وتصرفات غریبہ روح انسانی پر اطلاع حاصل، وہ جانتا ہے کہ یہ تو اُس کے بحار زاخرہ وامواج قاہرہ سے ایک قطرہ قلیلہ ہے اور خود بعد تمرن واعتیاد وتکامل مناسبت اُس صورت متخیلہ کا بے اعانت تخییل حرکت و کلام اور مشکلات راہ میں قیام واہتمام اور دقائق وحقائق کا شفاہا حل تام کَمَا تَشْہَدُ بِہٖ شُہُوْدُ الشُّہُوْدِ وَالتَّجْرِبَۃ دلیل جلی وسلیل ہے کہ یہ فقط پیکر مخزون کا علی عکس المعتاد خزانہ خیال سے حس مشترک کی طرف عود قہقری نہیں بلکہ وہی مرکب مثال میں شہسوار روح کی جولانیاں ہیں اگرچہ خود فاعل کو شعور یعنی شعور بالشعور نہ ہو کَمَا ھُوَ الْمَشْھُوْدُ لِعُمُوْمِ النَّاسِ فِي غیبۃ الرؤیا ورنہ صدور افعال اختیاریہ کو شعور سے انفکاک نہیں، اتقن ہذا فإنہ مہم نافع ولاکثر الشبہات حاسم قالع صرف واسطہ وصول وناودان فیض وباعث جمعیت خاطر وزوال تفرقہ ہائے شرعاً جائز۔" (الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ، ص 67 مکتبۃ علمیہ دعوتِ اسلامی)

اس جملہ بالا میں "تصور شیخ" مبتدا اور "جائز" خبر ہے، یہ فل سائز کے 17 رسطور کا ایک جملہ ہے، معنی مفہوم تو الگ! اختلاف کرنے والے ایسا کوئی دوسرا جملہ ہی بنا کر پیش کردیں، عام فقہی کتابوں میں لکھا ہے کہ سونے کے بعد وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ امام احمد رضا نے بھی یہی فرمایا، مگر دس صورتیں ایسی بیان کی ہیں، جن میں وضو نہیں ٹوٹتا اور ساتھ ہی دس صورتیں ایسی بتائیں، جن میں اگر ایک پر بھی کوئی سوئے، تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد اوّل، صفحہ 71 ر رضا اکیڈمی)

اختلاف کرنے والوں کو میرا چیلنج ہے کہ دم ہے تو دو چار صورتیں آپ بھی بتادیں۔ امام احمد رضا نے "آب مطلق" یعنی ایسا پانی جس سے وضو ہوسکتا ہے، اس کی 307 راقسام بیان کی

ہیں۔(فتاویٰ رضویہ، جلد اوّل، صفحہ 472 /رضا اکیڈمی، ممبئی)

جب کوئی شخص پانی استعمال کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لیے تیمم جائز ہے، امام احمد رضا نے ایسی 175 /صورتیں بتائی ہیں، جہاں بندہ پانی کے استعمال سے عاجز ہونے کے سبب تیمم کرسکتا ہے۔(فتاویٰ رضویہ، جلد اوّل، صفحہ 611)

اختلاف کرنے والو! دو چار صورتیں تم بھی بتا دو۔ عام فقہا نے مرد کے اعضا عورت آٹھ بتائے ہیں۔ امام احمد رضا نے فقہا کی عبارات سامنے رکھ کر انہیں کے بیانات کی روشنی میں نو اعضا ثابت فرمائے ہیں۔(فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، صفحہ 5، رضا اکیڈمی)

آج کے محققین میں اگر دم ہے تو زیادہ نہیں، ایک آدھ ہی اور ثابت کر دیں، میں جانتا ہوں کہ ایسے محققین کا مطمح نظر کیا ہے؟ بعض تو اپنی برتری اور محققانہ شان کے اظہار کے لیے اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں دور حاضر کا سب سے بڑا محقق اور علما کا سردار سمجھیں، جب کہ ایسا نہیں ہوتا، اہل سنت کے علما ایسی تحقیقات کا جب تار پود بکھیرتے ہیں، تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تحقیق نہیں بلکہ کم فہمی یا کج فہمی کا نتیجہ تھی۔

بعض لوگ اس لیے حضور اعلیٰ حضرت سے اختلاف کرتے ہیں، کیونکہ دیوبندیوں کی تکفیر ان کے نفس کو گوارا نہیں" حسام الحرمین" اور" فتاویٰ الحرمین" ان کی راہ کی رکاوٹ ہیں، وہ جب بھی دیوبندیوں کے ساتھ آزادانہ گھال میل کرنا چاہتے ہیں، ان کے ساتھ کھانا پینا اور دوستی نبھانا چاہتے ہیں، مسلمان ٹوک دیتے ہیں، لوگ ان کی سنیت پر تھوکنے لگتے ہیں کہ کیسے سنی ہو، جو وہابیوں اور بدعقیدہ دیوبندیوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو، اعلیٰ حضرت نے انھیں کافر لکھا ہے، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کو ناجائز قرار دیا ہے، یہ صلح کلی اور انا پرست قسم کے لوگ ہیں، انھیں دین وشریعت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا بلکہ ایمان وعقیدہ کی بھی ان کی نظروں میں کچھ خاص اہمیت نہیں ہوتی۔

اس کا دوسرا بڑا اثر دنیا دار اور نفس پرست پیروں پر پڑتا ہے، ایسے پیر چاہتے ہیں کہ مریدوں کا حلقہ وسیع ہو، تعداد میں اضافہ ہو، نذرونیاز اور چڑھاوے کا مال زیادہ سے زیادہ جمع ہو اور اس کے لیے گڑ، گوبر ایک کرنے کی کوشش کرتے ہیں، سنیوں کے ساتھ بدعقیدہ لوگوں کو بھی سمیٹتے ہیں، سب کو اپنا سمجھتے ہیں، کیونکہ دنیا طلبی اور جمع مال کے لیے یہ ضروری ہے۔ مگر امام احمد رضا کا فتویٰ، کہ دیوبندی اور وہابی اپنے عقائد کفریہ کے سبب کافر ہیں۔ ان پیروں کے لیے سدِ راہ بنتا ہے۔

اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے فتوے کو بے اعتبار کر دیا جائے، اختلاف کی آگ میں جھونک کر عوام سے کہا جائے کہ دیوبندیوں کو کافر سمجھنے کا مسئلہ اختلافی ہے، اعلیٰ حضرت نے اگر کافر لکھا، تو فلاں فلاں عالم اور محقق نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے، لہٰذا وہ قطعی اور یقینی نہیں اور اس ناپاک مشن کی تکمیل کے لیے کسی نے خود آواز اٹھائی اور کسی نے بعض اداروں کے فارغین کو پیسے سے خرید کر یہ کام لیا۔

دنیا کے لیے دین بیچنے والے، ہر دور میں رہے ہیں۔ امام اہل سنت کا یہ دعائیہ شعر، ہمارا صبح وشام کا وظیفہ رہے:

بحر شبلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے

ضمیر فروشوں نے نمک کھا کر حقِ نمک ادا کیا اور یہ بھول گئے کہ اج امام احمد رضا کی ذات اور ان کی اعتقادی تصریحات نے اہل سنت کو اتحاد کی لڑی میں پرو رکھا ہے، امام احمد رضا کے ارشادات ہی آج دینِ حق کی صحیح تعبیر وتشریح ہیں، ان سے اختلاف کر کے ان کے فرامین کو بے اعتبار کرنا دین ومذہب کی دیوار میں نقب لگانے جیسا ہے، سستی شہرت یا دوسروں کے پھینکے ہوئے چند ٹکڑے کسی کام کے نہیں، مرنے کے بعد اللہ اور اس کے رسول کو منہ دکھانا ہے۔

◆◆◆

(از: ڈاکٹر معین احمد خاں بریلوی *

خلیفۂ مفتی اعظم علامہ رئیس احمد خاں حامدی! حیات وخدمات

سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ، سرکار فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہ نامور فرزند ہیں کہ جنہوں نے مسلک حق کی وہ اشاعت فرمائی کہ مصطفی جان رحمت ﷺ کے عشق وعرفان کی محفلیں وانجمنیں گلی گلی قریہ قریہ آباد ہوتی چلی گئیں یوں تو سرکار اعلیٰ حضرت کے دونوں فرزندار جمند اپنی مثال آپ تھے، اگر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ علم وفضل وعربی زبان و ادب میں سرکار فاضل بریلوی کے پرتو تھے تو سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ زہد وتقویٰ یعنی فقاہت و ولایت میں اپنے والد کے سچے جانشین تھے۔

سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ایسی ایسی بستیوں میں جا کر مسلک رضا کی اشاعت کی جہاں اس سے قبل کسی بڑے ولی تو کیا بڑے عالم کا بھی گذر نہ ہوا تھا۔ یہ آپ کی جانفشانی وہ سخت محنت کا ہی ثمرہ ہے کہ بہت ہی پسماندہ علاقوں کے بیحد پسماندہ دیہی علاقے آپ کے مریدین ومعتقدین ہی نہیں بلکہ آپ کے خلفا کی بڑی تعداد سے بھرے ہوئے ہیں۔

احادیث کی کتابوں میں صالحین یعنی کہ نیک لوگوں کے ذکر کو کفارہ گناہ فرمایا گیا ہے، مطلب یہ کہ صالحین کا تذکرہ کرنا گناہوں کا کفارہ ہے، اسی لیے آج ہم حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ایک خلیفہ حضرت علامہ مولانا رئیس احمد خاں علیہ الرحمہ کا ذکر کررہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

مولانا رئیس احمد خاں حامدی علیہ الرحمہ کی ولادت کے تعلق سے سن وہجری کا یقینی علم تو نہ ہوسکا، البتہ بعض آثار وقرائن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت ۱۹۲۱ء میں شہر بریلی کے ایک دیہات جو کہ شہر بریلی سے تقریباً ۳۵ رکلومیٹر دور ہے جس کا نام تُرساپٹی ہے (جو تحصیل میر گنج میں ہے) میں ایک بڑے زمیندار گھرانے میں ہوئی، یہ گھرانہ زمینداری کے ساتھ علم وفضل میں بھی امتیازی مقام رکھتا تھا، والد ماجد شعروشاعری کا بھی شغف رکھتے تھے اور احقؔر بریلوی کے نام سے جانے جاتے تھے۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خاندانی پس منظر کو کسی حد تک بیان کردیا جائے۔

علامہ رئیس احمد خاں علیہ الرحمہ کے آباو اجداد کا تعلق افغانستان کے شہر کابل سے تھا۔ مغلیہ دور حکومت میں اس خاندان کے مورث اعلیٰ عالیجناب محمد نور خاں ڈھلیٹ شہر کابل سے ہجرت کرکے ہندوستان تشریف لائے اور کشمیر میں آکر آباد ہوئے۔ یہاں فوج کے ایک دستہ کے حاکم تھے۔ نوجوانی کے عالم میں بھی متقی و پارسا تھے۔ ان کے تعلق سے ایک واقعہ خاندان کے بزرگوں و دیگر اہل علاقہ سے منقول ہے کہ یہ شہزادیوں کے نگراں دستے کے حاکم تھے ایک بار کسی شہزادی کا ہاتھ پردے سے باہر آگیا جس پر جناب نور خاں صاحب نے اپنی چھڑی غصہ سے ہاتھ پر ماری جس کی شکایت بادشاہ یا حاکم سے کی گئی۔ جس کے عوض میں بجائے سزا کے زمینداری کے گاؤں عطا ہوئے جس میں قصبہ بہیڑی سے ملحق گاؤں ڈنڈیا، نرائن نگلہ وقصبہ دیورنیا کے گاؤں بھیکم پور، کمال پور وترساپٹی و دیگر گاؤں شامل ہیں انہیں جناب نور خاں علیہ الرحمہ کی نسل سے جناب مولانا شرافت علی خاں علیہ الرحمہ تھے جو فارغ التحصیل عالم تھے اور سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت کے دور میں تھے سرکار اعلیٰ حضرت کی شان میں ان کی منقبتیں بھی ہیں اس کے علاوہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔ قرآن کریم کا ایک نسخہ جو ''فن خطاطی'' کا اعلیٰ نمونہ بھی ہے جو ہمارے پاس آج بھی موجود ہے ان کے بڑے بیٹے احمد

اسلاف و اخلاف

نبیرہ خاں احقر بریلوی علیہ الرحمہ جو ایک متقی و پرہیز گار صوفی صفت انسان تھے فارغ شدہ عالم تو نہ تھے البتہ عربی و فارسی زبان کے ماہر تھے اور اردو کے ایک باکمال شاعر تھے۔ آخیر عمر میں تارک الدنیا سے ہو کر رہ گئے تھے۔ انہیں احقر بریلوی کے بڑے صاحبزادے تھے حضرت مولانا رئیس احمد خاں حامدی بریلوی علیہ الرحمہ۔

مولانا رئیس احمد خاں علیہ الرحمہ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی بعد ازاں خلیفہ سرکار اعلیٰ حضرت مولانا مفتی نواب مرزا بیگ علیہ الرحمہ کی وساطت سے جو کہ حضرت کے قریبی رشتہ دار تھے، منظر اسلام میں داخلہ ہوا تعلیمی سفر پورا نہیں ہو پایا تھا کہ اچانک والد ماجد کا کم سنی میں انتقال ہو گیا جس کی بنا پر تعلیمی سفر درمیان میں روکنا پڑا اور واپس گھر آ گئے والد ماجد کا کم عمری میں انتقال ہو جانا اور پھر غالباً اسی دوران زمینداری کا ختم ہو جانا یہ کچھ ایسی الجھنیں رہیں کہ جس کی وجہ سے تعلیمی سفر دوبارہ شروع کرنے میں کئی سال لگ گئے۔ لیکن اگر حوصلہ و لگن دل میں ہو تو کوئی کام مشکل نہیں ہوتا۔ بالآخر کئی سال بعد جب حضرت کی شادی بھی ہو گئی، اس کے بعد تعلیمی سفر کو پورا کیا حضور صدر العلماء علامہ تحسین رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ جو حضرت کے ہمدرس تھے، اس زمانے میں مدرسہ مظہر اسلام (واقع مسجد بی بی جی) بہاری پور بریلی میں صدر مدرس تھے نیز اس طرح آپ حضرت کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

اپنی اس تعلیمی جدوجہد کا حضرت نے اپنے ایک نعت کے مقطع میں کچھ یوں ذکر فرمایا ہے۔ ؎

متاع جاں دے کے ہے خریدا جو میں عشق محمدی کو
اسی سبب سے رئیسؔ رضوی ہے جانفروشوں میں نام میرا

غرض اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دینی خدمت کی غرض سے اپنے گاؤں میں مدرسہ رضویہ رئیسیہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کی بنیاد ۱۳۷۱ھ یعنی ۱۹۵۱ء یا ۱۹۵۲ء میں رکھی گئی، یہ وہ دور تھا جس میں عموماً ہندوستان کے زمیندار گھرانے تقسیم ہند کی وجہ سے انتہائی نامساعد حالات سے دو چار تھے باوجود تمام پریشانیوں کے حضرت نے اس کو اپنی محنت و خلوص سے کامیابی سے چلایا حضرت کو عصری علوم مثلاً انگریزی وغیرہ پر عبور حاصل تھا اس لیے گورنمنٹ کی ملازمت مل گئی چند سال ملازمت کی مگر پھر اس سے کنارہ کش ہو گئے غالباً دین کی خدمت میں اس کی وجہ سے کوتاہی محسوس کی اور اس وجہ سے اس ملازمت کو خیر باد کہہ کر پوری طرح سے دینی خدمت میں اپنے آپ کو وقف کر دیا۔

مجھے یہ کہتے ہوئے فخر محسوس ہو رہا ہے کہ حضرت علامہ رئیس احمد خاں علیہ الرحمہ میرے والد گرامی تھے، ان کا وصال میرے کمسنی کے دور میں ہی ہو گیا تھا، اس لیے میں نے ان کے روز و شب بہت زیادہ تو نہیں دیکھے لیکن ان گنت ایسے لوگوں کو ضرور دیکھا و سنا کہ جنہوں نے ان کو بڑی عمیق نگاہوں سے دیکھا تھا۔ میں نے ان کے شاگردوں سے سنا کہ کبھی بھی ان کی نماز قضا ہوتے نہیں دیکھی سفر ہو بیماری ہو یا کیسے بھی مشکل حالات ہوں ان کا کوئی بھی عمل شریعت مصطفی ﷺ کے خلاف کبھی نہیں دیکھا۔

والد گرامی کو بیعت کا شرف سرکار حجۃ الاسلام سے حاصل تھا لیکن ان کے وصال کے بعد پوری زندگی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو ہی اپنا مرشد و مربی جانا، تقریباً آٹھ سال دار العلوم مظہر اسلام میں تدریس کے فرائض انجام دیئے اور غالباً سولہ سال مسجد بی بی جی بہاری پور بریلی میں امامت کے فرائض انجام دیئے، اپنے وصال سے بیشتر لکھیم پور کھیری ضلع کے قصبہ پلیا کلاں میں مقیم تھے اور وہاں پر ایک ادارے کے بانی و صدر مدرسہ تھے، محرم الحرام ۱۴۰۲ھ میں سرکار مفتی اعظم ہند کے وصال کے ٹھیک ایک ماہ بعد یعنی ۱۴ صفر المظفر کو اپنے مدرسے میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے عرس چہلم کی تقریبات کا انتظام کیا تھا، اسی دوران، جلسہ کے درمیان والد ماجد کو دل کا دورہ پڑا۔ مدرسہ کے مہتمم اعلیٰ عالیجناب ڈاکٹر آفتاب احمد خاں خود ڈاکٹر تھے، لکھنؤ لے جانے کی ضد کرنے لگے لیکن نہیں گئے کہ میں جلسہ کو چھوڑ کر لکھنؤ کیسے جاؤں گا صبح دیکھتے ہیں بالآخر اسی شب تقریباً ساڑھے چار بجے صبح داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔

بتانے والے بتاتے ہیں بلکہ خود میرے برادر معظم حضرت مولانا حافظ ظہیر احمد خاں علیہ الرحمہ بھی اس کے گواہ تھے جوان کے ساتھ ہی تھے کہ پہلا دورہ پڑنے کے بعد فجر کی اذان سے بہت پہلے ہی وضو کرنے کا اصرار کرنے لگے جس پر لوگوں نے اوّلاً منع بھی کیا کہ ابھی فجر میں کافی وقت ہے (کیونکہ دسمبر کا مہینہ تھا) لیکن آپ بضد ہو گئے اور سخت نقاہت و بیماری کے عالم میں غالباً دو یا تین بار میں رُک رُک کر وضو مکمل کر لیا اور اس طرح باوضو اپنی جان جانِ آفرینی کے سپرد فرمائی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جان دے دی ہوئی اسی کی تو تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ تھے علامہ رئیس احمد خاں علیہ الرحمہ جنہوں نے دین و مسلک کی وہ خاموش تبلیغ فرمائی کہ جسے دیکھ کر اسلاف کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ والد گرامی لباس اور وضع قطع میں اور کھانے پینے کی عادتوں میں انتہائی نفیس مزاج تھے۔ کھانے کے تعلق سے کہتے تھے کہ کم کھاؤ لیکن اچھا کھاؤ لیکن یہ اصول اپنے گھر کے لیے تھا ورنہ باہر کی دنیا میں ان کے شاگرد بتاتے ہیں کہ ایک معتقد کے گھر ایک سبزی بنی تھی جو اتفاقاً جنگلی سبزی ہونے کی وجہ سے کڑوی تھی اس کو بھی بے چوں و چرا تناول فرمایا کہ کہیں اس غریب کی دل شکنی نہ ہو جائے۔ فن طب میں بھی مہارت رکھتے تھے اور اس فن سے فی سبیل اللہ بلا معاوضہ علاج کیا کرتے تھے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

عالم باعمل صوفی باصفا حضرت علامہ مفتی محمد صالح رضوی شیخ الحدیث جامعۃ الرضا بریلی شریف والد گرامی کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں:

”عالی جناب حضرت علامہ مولانا رئیس احمد خاں صاحب علیہ الرحمہ میرے بڑے شفیق استاذ تھے، آپ مدرسہ مظہر اسلام (واقع مسجد بی بی جی) بریلی میں معمر اساتذہ میں سے تھے۔ میں بفضلہ تعالیٰ حضرت کی سادگی و علم و عمل کی ہم آہنگی سے بہت متاثر تھا، اسی لیے میں نے حضرت سے قربت بڑھالی اور بہت قریب ہو گیا۔ حضرت موصوف فن فرائض کے ماہر تھے۔ الحمدللہ راقم الحروف (محمد صالح) نے سراجی حضرت موصوف سے پڑھی تھی۔

حضرت ہم سے مشق بہت زیادہ کراتے تھے تو مدرسہ کے اوقات کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً میں برائے اصلاح اکثر آتا جاتا اور حضرت بڑی مہربانی و شفقت سے کاپی کی اصلاحات فرماتے اور کبھی اس سلسلے میں حضرت کے چہرے پر شکن نہیں آتی اس آنے جانے اور قریب ہونے کا مجھے بڑا فائدہ حاصل ہوا کہ میں نے بحمدہ تعالیٰ سراجی حضرت سے اچھی طرح پڑھی اور بار بار مشق کر کے خوب سمجھ لی۔ حضرت کو اصول فقہ سے بھی دلچسپی رہتی تھی۔

ہماری جماعت نے نورالانوار حضرت ہی سے پڑھی تھی۔ میں نے بہت مرتبہ اپنی رہائش گاہ سے (مردانہ مکان مرزا معین الدین بیگ مرحوم واقع زکاتی محلہ) سے آ کر مسجد بی بی جی میں نمازیں آپ کی اقتدا میں پڑھیں۔ کبھی کبھی نماز جمعہ کے لیے بھی مسجد بی بی جی آتا تھا۔ حضرت قرآن شریف بہت صحیح پڑھتے تھے۔ سادگی کا یہ عالم رہتا تھا کہ اجنبی اگر دیکھتا تو اسے لگتا کہ یہ کوئی عام شریف آدمی ہیں نہ کہ عالم و ماہر درسیات۔ آپ اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتے تھے نہ محلہ سے کھانا منگاتے نہ ہوٹل سے منگا کر کھاتے۔

اللہ تعالیٰ استاذی الکریم مولانا موصوف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درجات عالیہ میں خوب خوب بلندیاں عطا فرمائے، قبر انور پر رحمت کی لگاتار بارش ہوتی رہے اور ہم تلامذہ کو اور آپ کے وارثان و اعزاء کو حضرت کے فیوض و برکات سے بڑا حصہ ملتا رہے فقط والحمدللہ رب العالمین۔

فقیر محمد صالح قادری بریلوی غفرلہ“

تصنیف: امام فقیہ ابواللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

تینتیسویں قسط

گزشتہ سے پیوستہ

''وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهاً آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَن يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَاماًo (ترجمہ) [یعنی اللہ کے اچھے بندوں میں] اور وہ بھی ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی معبود باطل کو نہیں پکارتے (یعنی شرک نہیں کرتے) اور نہ کسی جان کو ناحق قتل کرتے اور نہ زنا کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور جو کوئی یہ جرائم کرے گا سزا پائے گا۔'' [سورۂ فرقان—۶۸]

جبکہ (حضور!) میرا حال یہ ہے کہ میں ان تینوں جرموں (شرک، قتلِ ناحق اور زنا) کا مجرم ہوں تو کیا میرے لئے توبہ (و نجات کی گنجائش) ہے؟ (ابن عباس نے کہا) اس پر آگے (استثنا) والی آیت کریمہ اتری کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔ (ترجمہ) مگر وہ جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔'' [سورۂ فرقان—۷۰]

تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وحشی کو (جواب میں) یہ آیت مبارکہ لکھوا بھیجی۔ وحشی نے (نامۂ مبارکہ پڑھا) پڑھ کر حضور کو عریضہ لکھا کہ اس آیت میں (توبہ کے لئے) ایک شرط ہے اور وہ ہے نیک عمل کرنا اور میں نہیں جانتا ہوں کہ آیا میں نیک عمل کرسکوں گا یا نہیں؟ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، فرمایا:

''إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ۔ (ترجمہ) یعنی ''بے شک اللہ یہ نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے (یعنی اس کے ساتھ کسی بھی طرح کا کفر کیا جائے) اور کفر و شرک سے نیچے جو (جرم) ہے معاف فرمادیتا ہے جس کے لئے چاہے۔'' [سورۂ نسا—۴۸]

تو رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے (جواب میں) یہ آیہ کریمہ لکھا کر وحشی کو ارسال فرمائی۔ انہوں نے پڑھ کے پھر عریضہ بھیجا کہ حضور! اس آیت میں بھی ایک شرط مذکور ہے (کہ مغفرت کا مدار اللہ کی مشیت پر ہے) تو میں نہیں جانتا کہ اللہ میرے کون سے گناہ کو بخشنا چاہے گا اور کس کو نہیں چاہے گا؟ (راوی کا بیان ہے) تب اُس آیت مبارکہ کا نزول ہوا جو اوپر (معروضات آدم علیہ السلام کے ضمن میں) مذکور ہوئی یعنی:

''قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ o (ترجمہ) اے نبی! (میرے بندوں کو خبر دیدو کہ) اے میرے وہ بندو! جنہوں اپنی جانوں پر زیادتی کی، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ بے شک اللہ کل گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہ ہے ہی بڑی بخشش والا، مہربانی والا۔'' [سورۂ زمر—۵۳]

تو اب رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ لکھوا کے ارسال فرمائی۔ اب چونکہ (حضرت) وحشی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اس (نامۂ مبارکہ) میں کوئی شرط نہیں ملی اس لئے آپ نے مدینہ طیبہ آکر اسلام قبول کرلیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ [روایت ابن عباس پوری ہوئی]

وقتِ جاں کنی کی توبہ

حدیث شریف: مصنف علیہ الرحمہ، اپنے شیخ خلیل ابن احمد سے سن کر، ان کی پوری سند کا اجمالی حوالہ دیتے ہوئے بطریق عبد الرحمن سلمی تابعی رحمۃ اللہ علیہ و علیہم، بعض صحابۂ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم سے روایت لائے کہ عبد الرحمن سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں (ایک موقعہ پر) مدینہ منورہ میں، چند صحابۂ کرام پر مشتمل ایک مجلس میں بیٹھا تھا۔ وہاں ان میں سے ایک صحابی (مجہول الاسم) نے (حدیث سنائی کہ) کہا: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

مرنے سے آدھے دن پہلے، کی ہوئی توبہ مقبول

"من تاب قبل موته بنصف يوم تاب الله عليه۔ (ترجمہ) جو بندہ مرنے سے آدھا دن پہلے توبہ کرلے اس کی توبہ اللہ قبول فرمالے گا تو میں نے یہ حدیث سن کر (صحابی مذکور سے) عرض کیا: کیا آپ نے یہ حدیث شریف واقعی خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (براہ راست) سنی تھی؟ فرمایا: ہاں، تو اس پر دوسرے صحابی (مجہول الاسم۔ جو وہاں تشریف فرما تھے) بولے: (یہ حدیث شریف میں نے بھی سنی تھی مگر) یوں سنی تھی کہ حضور نے فرمایا:

"من تاب قبل موته بساعة تاب الله عليه۔ (ترجمہ) جو بندہ اپنی موت سے ایک گھڑی پہلے توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔"

(راوی نے کہا) نیز ایک اور صحابی نے (جو وہاں موجود تھے) بتایا: اور میں نے حضور سے (یہ حدیث شریف اس طرح سنی تھی) فرمایا:

آثار موت طاری ہونے سے ذرا پہلے کی توبہ بھی قابل قبول

"من تاب قبل الغرغرة تاب الله عليه۔ (ترجمہ) یعنی جو بندہ خرخراہٹ سے پہلے توبہ کرلے گا تو اس کی توبہ بھی اللہ تعالیٰ قبول فرمالے گا۔"

[روایت عبد الرحمٰن سلمی پوری ہوئی]

رحمٰن کتنا اچھا — اور انسان کتنا "ویسا"

اسرائیلی خبر: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے، باسناد تام، حضرت محمد ابن مُطَرِّف علیہ الرحمہ کا قول نقل کیا۔ آپ نے کہا اللہ تعالیٰ نے (اپنے بعض کلام میں) فرمایا: ویح ابن آدم – الخ آدمی کتنا "ویسا" ہے (یعنی کتنا بُرا یا بھولا یا جری) کہ (میرا) گناہ بھی کرتا ہے پھر مجھ سے معافی بھی مانگتا ہے تو (مجھے رحم آجاتا ہے لہٰذا) میں معاف فرمادیتا ہوں۔ تو وہ کتنا "ویسا" ہے کہ نہ گناہ سے رُکتا ہے اور نہ میری رحمت سے مایوس ہوتا ہے۔ تو اے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا۔ (سبحان اللہ وبحمدہ)

تائب صادق کے آنسوؤں نے گناہوں کی آگ بجھادی

اسرائیلی خبر: حضرت مصنف علیہ الرحمہ اپنے شیخ محمد ابن فضل کی تحدیث، باسناد تام نقل کرتے ہوئے امام اعمش سے راوی ہیں آپ ایک محدث (مجہول الاسم) کے توسط سے حضرت مغیث ابن سُمّی سے راوی ہیں (علیہم الرحمہ) فرمایا: اگلے زمانے میں ایک شخص تھا کہ معصیت کے کاموں میں برابر لگا رہتا تھا، آخر ایک دن راہ چلتے چلتے اپنی گذشتہ حالت بد کے بارے میں سوچ وچار کیا اور گناہوں کا (احساس کر کے شرمندہ ہوا تو خلاص کے ساتھ اس نے) تین بار کہا: اللھم غفرانک یعنی اے اللہ! تجھ سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں پھر (اتنے ہی میں) اسی وقت اسے موت نے آلیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے (کرم فرمایا اور) اسے بخش دیا۔

بندے کا انجام تین حال سے خالی نہیں

خلیل اللہ کو ہدایت: حضرت محمد ابن عجلان، حضرت مکحول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ناقل ہیں آپ نے کہا: مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے، ملکوت سماوات کی طرف اپنے عروج کے وقت ایک آدمی کو زنا کرتے ملاحظہ فرمایا تو (آپ کو برا لگا، غصہ آیا لہٰذا) اس کو آپ نے ہلاکت کی بددعا دی، اللہ نے (دعا قبول فرمائی اور) اسے ہلاک کردیا۔ پھر ایک اور بندہ کو ملاحظہ فرمایا کہ چوری کر رہا ہے۔ اس کو بھی بددعا دے دی۔ تو اللہ نے اسے بھی ہلاک فرمادیا اور ساتھ ہی یہ حکم دیا اے ابراہیم! تم میرے بندوں کو (یوں ہی) رہنے دو(۱) کیونکہ بندہ تین حالتوں کے درمیان ہے۔ یا

[۱] یعنی بدکاروں پر بددعا مت کرو۔ کرنی ہو تو دعائے اصلاح وہدایت کرو بددعا سے کوئی فائدہ بھی نہیں۔ ۱۲

تو (مرنے سے پہلے) توبہ کرکے سدھر جائے گا اور میں توبہ قبول فرمالوں گا یا اس کی نسل میں کوئی نیک بندہ پیدا ہوگا (اور اس کی عبادت وصلاح ودعاؤں سے اسے فائدہ پہنچے گا) اور یا اس کی بدبختی غالب آئے گی (اور کفر وضلالت ہی پر مرے گا) جس کے پیچھے عذاب جہنم ہے۔ (یعنی جب بندہ ان تین حالتوں سے خالی نہیں تو دعائے ہلاکت کی کیا ضرورت؟)

رحمت الٰہی سے مایوسی مسلمان کا شیوہ نہیں

نتیجہ: (مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے نتیجہ نکالا کہ کہا) خبر مذکور میں اس بات پر دلیل ہے کہ بندہ جب صحیح توبہ کرلیتا ہے (یعنی شرمندہ ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف مخلصانہ رجوع کرتا، معافی چاہتا اور سدھرنے کی ٹھان لیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ لہٰذا (گنہگار سے گنہگار) کو بھی اللہ رحیم و کریم کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ خود اُس کا ارشاد ہے (قرآن شریف میں فرماتا ہے):

''إِنَّهُ لاَ يَيْأَسُ مِن رَّوْحِ اللهِ إِلاَّ الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ٥ (ترجمہ) بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔''
[سورۂ یوسف — ۸۷/ کنز الایمان]

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

''وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ۔ (ترجمہ) اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگذر فرماتا ہے۔''
[سورۂ شوریٰ — ۲۵/ کنز الایمان]

گناہ پر اصرار زہر، توبہ تریاق

تنبیہ مصنف: لہٰذا عقلمند کو چاہئے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کئے رہے (توبہ کرتا رہے) اور گناہ پر اصرار نہ کرے (اڑا نہ رہے) کیونکہ سچی توبہ کرلینے والا، گناہ پر اصرار کرنے والا نہیں اگرچہ دن میں ستر بار وہی گناہ دہرالیا ہو۔ (۱)

[چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث شریف میں ہے کہ]

صحیح استغفار، اصرار کا نافی

حدیث شریف: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ما اصر من استغفر وان عاد فی الیوم سبعین مرۃ۔ (ترجمہ) یعنی جس بندہ نے مغفرت چاہی (سچے دل سے توبہ کی اور معافی مانگی) وہ گناہ پر اصرار کرنے والا (ڈٹا رہنے والا) نہیں ٹھہرے گا۔ اگرچہ ستر مرتبہ اس سے توبہ شکنی ہوئی ہو۔'' (مگر ہر بار سچی توبہ کرتا رہا ہو)

توبہ واستغفار کی کثرت رب کو محبوب

حدیث شریف: ایک اور حدیث شریف میں یوں آیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''واللہ انی لأتوب-الحدیث۔ (ترجمہ) میں (خود نبی، معصوم ہوتے ہوئے بھی) بخدا دن میں (روزانہ) ستر بار اللہ تعالیٰ کی طرف (توبہ واستغفار کے ساتھ) رجوع کرتا ہوں۔''

نماز توبہ، گناہ کے لئے تریاق

حدیث شریف: اور مولا علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے آپ نے (اولاً بطور تمہید) فرمایا: میں جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (بلاواسطہ) کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ اس سے مجھے جو نفع دینا چاہتا دیتا (یعنی میں بتوفیق الٰہی اس پر عمل کرتا) اور جب مجھ سے کوئی دوسرا شخص حضور کی حدیث بیان کرتا تو میں اس سے حلف لیتا (۱) اگر وہ قسم کھالیتا (اور مجھے مطمئن کردیتا) تو اب اسے سچا جانتا (اور پھر حدیث کے اقتضا پر عمل کرتا)

[۱] مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف توبہ وانابت وہی مفید ہے جو پوری بھی ہو اور سچی بھی ہو محض زبانی توبہ وطلب معافی، ہرگز کافی نہیں اور توبہ تام وصادق یہ ہے کہ اعتراف جرم کے ساتھ دل میں ندامت ہو اور دل وزبان سے بار بار

بقیہ دوسرے کالم میں

پہلے کالم کا بقیہ......

معافی ومغفرت بھی مانگے اور دل میں اور زبان پر سچا عہد وعزم بھی ہو کہ اب دوبارہ ایسا نہیں کروں گا اور جرم اگر کسی بندہ کے حق ومظلمہ سے متعلق ہو تو اس سے معافی اور تلافی بھی شرط ہے اسی طرح اگر وہ اللہ کے ایسے حق سے متعلق ہے جس کا تدارک ممکن تو اس کا تدارک بھی لازم جیسے چھوٹے ہوئے روزے نماز کی قضا۔ زکوۃ کی ادائے گی وغیرہ پھر اگر توبہ وعہد ٹوٹ جائے اور دوبارہ سہ بارہ ویسے ہی پھر سچی اور پوری توبہ کرلی تو وہ گناہ پر اصرار کرنے والا (باغی، سرکش، گمراہ) نہیں ٹھہرے گا اور یاد رہے کہ دلوں کا صدق وکذب، پشیمانی وبے باکی وغیرہ کیفیات اللہ سے پوشیدہ نہیں ہیں، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

اس تمہید کے بعد آگے فرمایا:

روایت صدیق اکبر:۔۔۔حضرت ابوبکر (صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھے ایک حدیث سنائی (۱) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مامن عبد یذنب ذنبا فیتوضأ ۔۔۔۔۔۔۔الحدیث۔

(ترجمہ) جب کسی بندہ سے کوئی گناہ ہو جائے (پھر احساس گناہ اُسے توبہ کی طرف مائل کرے) تو وہ اچھی طرح (کامل) وضو کر کے دو رکعت نماز (نفل) پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف نہ فرمائے۔(۲)

پھر حضور نے (استشہاداً) یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے):

''وَمَن يَعْمَلْ سُوءاً أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّهَ يَجِدِ اللّهَ غَفُوراً رَّحِيماًo (ترجمہ) جو بندہ کر بیٹھے کوئی برا کام یا اپنی جان پر ظلم پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو پائے گا بخشنے والا بڑا مہربان۔'' [سورۂ نسا ـ ۱۱۰]

اور ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ حضور نے (اوپر والی آیت کی جگہ) یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی تھی:

''وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُواْ فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُواْ أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُواْ اللّهَ فَاسْتَغْفَرُواْ لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ اللّهُ وَلَمْ يُصِرُّواْ عَلَى مَا فَعَلُواْ وَهُمْ يَعْلَمُونَo أُوْلَئِكَ جَزَآؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَo (ترجمہ) اور وہ جو کہ کر بیٹھیں کوئی بے حیائی کا فعل یا کریں اپنی جانوں پر ظلم اللہ کا دھیان آنے پر اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جسے بخشنے کا اختیار ہو، اور انہوں نے اپنے کئے پر دیدہ و دانستہ اصرار نہیں کیا تو ایسوں کے لئے جزا ہے ان کے رب کی بخشش اور ایسی جنتیں جن کے نیچے نہریں بہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور کتنی اچھی مزدوری ہے مزدوروں کی۔'' [سورۂ آل عمران ـ ۱۳۵ـ۱۳۶]

ابلیس کا بہکانا کب تک؟ توبہ کی مقبولیت جب تک!

حدیث شریف: اور حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لما اھبط اللہ عز و جل ابلیس علیہ اللعنة-الحدیث۔

(ترجمہ) جب اللہ عزوجل نے ابلیس لعین کو نیچے پھینکا تو بولا: تیری عزت و عظمت کی قسم میں ابن آدم کا پیچھا اس وقت نہیں چھوڑوں گا جب تک اس کی روح اس کے قالب سے جدا نہیں ہو جاتی تو رب تعالیٰ نے فرمایا: مجھے میری عزت و عظمت کی قسم: میں اپنے بندہ سے توبہ اس وقت تک محجوب نہیں کروں گا جب تک اسے خرخراہٹ کی نوبت نہ آجائے۔''(۱)

بدی لکھنے میں تاخیر، نیکی لکھنے میں تعجیل

حدیث شریف: حضرت قاسم (علیہ الرحمہ) سیدی ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

''صاحب الیمین امین علی صاحب الشمال-الحدیث۔ (ترجمہ) داہنی طرف والا فرشتہ بائیں طرف والے فرشتہ پر امین ہے (یعنی اس کی نگرانی پر متعین ہے) جب بندہ کوئی نیکی کرتا ہے تو صاحب یمین اس کے لئے (فوراً) دس حسنات لکھتا ہے اور جب کوئی بدعملی کرتا ہے تو صاحب شمال لکھنا چاہتا ہے لیکن صاحب یمین اسے روک دیتا ہے، کہتا ہے (تھوڑا) توقف کر تو وہ دن کی چھ یا سات گھڑی تک لکھنے سے رُکا رہتا ہے پھر اگر (اس اثنا میں) بندہ نے اس گناہ سے استغفار کر لیا تو وہ کچھ نہیں لکھتا اور اگر استغفار نہیں کیا تو صرف ایک ہی بدی لکھتا ہے۔

[۱] یعنی میں ناقل حدیث سے، حصول اطمینان کے لئے کہتا کہ قسم کھا کر کہو کہ یہ حدیث تم نے خود، براہ راست رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی تھی اور وہ تمہیں ٹھیک ٹھیک یاد بھی ہے، اس میں تم سے کچھ کمی بیشی واقع نہیں ہوئی۔ ۱۲

[۲] یعنی ابوبکر صدیق سے حلف لئے بغیر حدیث سن لی اور صحیح مان لی کیونکہ صدیق اکبر تو سب کے نزدیک مسلم ثقہ ہیں ان سے قسم کھلوانے کی ضرورت نہیں تھی، ۱۲ رمترجم غفرلہ۔

[۱] یعنی جب تک بندے پر موت کے آثار طاری نہیں ہو جائیں گے اسے توبہ و استغفار کی گنجائش ملی رہے گی۔ ۱۲

.... جاری

از: علامہ سیداولادرسول قدسی*

منقبت نگاری کی اہمیت وافادیت

نعت گوئی سرتاپا عبادت ہے اور منقبت نگاری بھی۔ منقبت کو نعت کی سہیلی کا نام دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ نعت کا تعلق خاص ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے ہے اور منقبت کا تعلق وارثینِ رسالت مآب ﷺ سے۔ نعت قدم قدم پر احتیاط کا تقاضا کرتی ہے۔ تھوڑی سی بے توجہی خطرات کا پیشہ خیمہ بن جاتی ہے۔ نعت نگاری تیز تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ یعنی نعت میں چوطرفہ قیود ہیں۔ نعت گوئی میں احتیاط ہی سعادتِ دارین کے دروا کرتی ہے۔ نعت نگاری کی طرح منقبت نگاری میں بھی شریعت کا پاس و احترام لازمی ہے۔ یہاں حسنِ خیال کی حکمرانی ہوتی ہے۔ آپ اپنے فکر وخیال میں جتنی وسعت وشفافیت لانا چاہیں لاسکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ شریعت کی حدیں پیشِ نگاہ ہوں اور وسعتِ خیال اور رفعتِ فکر صداقت کے منافی نہ ہو ورنہ شریعت اپنا حکم نافذ کرے گی۔ آپ جو کہہ رہے ہیں آپ کا ممدوح اس کا آئینہ دار ہے یا نہیں۔ فی زمانہ ایسا ہوتا بہت کم ہے۔

شعرا کی اکثریت زمینی سطح کے افراد کو چند سکّوں کے عوض آسمان کی بلندی پر بٹھا دیتی ہے۔ اس سے صداقت کی پیشانی شکن آلود ہوتی ہے اور روایتوں سے اعتماد اٹھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ایک عامی کا عرس اس اہتمام سے ہوتا ہے جیسے سامنے والا وقت کا غوث یا قطب الارشاد رہا ہو۔ شعرا یہاں اپنی جھولی کے بھرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے دینا نہیں چاہتے۔ منقبت نعت کی سہیلی ہے تو اس کا احترام بھی اسی انداز سے ہونا چاہیے تاکہ جب بھی بارگاہِ خدا و رسول میں حضوری یا پیشی ہو تو ندامت کا سامنا نہ ہو۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کا جواب دہ ہونا ہے، رازق اللہ ہے اور اس پہ یقین کامل ہونا چاہیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی شان کے مطابق اپنے محبوب کی نعت بیان فرماتا ہے۔ نعت کا شرف یہ ہے کہ اس کی ابتدا اور انتہا ذاتِ الٰہی سے وابستہ ہے۔ جب کچھ نہ تھا اللہ اپنے محبوب کی نعت بیان فرماتا تھا اور جب کچھ نہ ہوگا تب بھی نعت بیانی کا سلسلہ جاری رہے گا۔ نعت اور منقبت دونوں کی تاریخ قدیم ہے۔ ربِّ کائنات نے جہاں اپنے محبوب ﷺ کی نعت بیان کی ہے وہیں اپنے محبوب کے محبوبوں کی منقبت بھی کہی ہے۔ قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبویہ میں اس کے بکثرت شواہد ستاروں کی طرح دمک رہے ہیں۔

قرآنِ مقدس مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی نعتوں کا سب سے جامع مجموعہ ہے، اس لیے کہ یہ خدا کا کلام ہے اور کلامِ الٰہی سے افضل کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ جب اہلِ عرب نے قرآن مجید کے کلامِ الٰہی ہونے سے انکار کیا تو قرآنِ حکیم نے انھیں چیلنج کیا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اس جیسا ایک سورہ لے آؤ اگر تم تنہا نہ لاسکو تو سب مل کر لاؤ، قرآنِ مقدس کے چیلنج کو سن کر کفارِ مکہ کی زبانیں گنگ ہوگئیں، ان کے قلم خشک ہوگئے اور ان کا دعوئ فصاحت و بلاغت قرآن عظیم کی عظمتوں کی دہلیز پر سجدہ ریز ہوگیا۔

علما بیان فرماتے ہیں کہ قرآنِ مقدس سورۂ فاتحہ کی الف سے سورۂ ناس کی سین تک نعتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ قرآن حکیم جہاں بوستانِ نعت ہے وہیں وارثینِ مصطفیٰ، عشاقِ مصطفیٰ اور فدایانِ مصطفیٰ ﷺ کے مناقب کا گلستان بھی ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ مناقب کے نمونے ملتے ہیں۔ اس لیے پورے وثوق واعتماد سے کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح نعتِ حبیبِ خدا ﷺ کی تاریخ قدیم ہے اسی طرح مناقب کی تاریخ بھی قدیم ہے۔

سورۂ فاتحہ قرآنِ مقدس کا اولین سورہ ہے۔ سورۂ فاتحہ حمدِ خدا بھی ہے نعتِ مصطفیٰ ﷺ بھی ہے اور مومنین و صالحین کی منقبت بھی ہے۔ پورے سورۂ فاتحہ کی تفسیر بیان کریں تو مقالہ طویل ہی نہیں بلکہ ایک ضخیم کتاب کی صورت اختیار کر لے اور یہاں اتنا وقت ہے نہ اتنی گنجائش ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق منقبت نگاری کے حوالے سے اب تک کوئی سنجیدہ بحث نہیں ہوئی ہے۔ نعت پہ بحث ہوتی رہتی ہے اور عصر حاضر میں نعت پورے طور پر ذہنوں پر حاوی ہے، اس حوالے سے بڑے علمی، تحقیقی اور سنجیدہ مقالات لکھے جا رہے ہیں۔ پورے برصغیر ہندو پاک پر نعتیہ فکر حاوی ہے، خصوصاً پاکستان اس باب میں سرِفہرست ہے، فنِ نعت پر جس انداز سے بحثیں ہو رہی ہیں اس کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ صدی نعت کی صدی ہے۔ محققینِ نعت و ناقدینِ نعت کو منقبت کے تعلق سے بھی سوچنے کی ضرورت ہے۔ چوں کہ مناقب کا بہت بڑا سرمایہ ہماری ذاتی لائبریریوں کی زینت بنا ہوا ہے۔

یہ فن زندہ بھی ہے اور توانا بھی۔ اگر اسے تھوڑی سی تحریک مل جاتی ہے تو ادبی و لسانی سرمایوں میں اچھا خاصا اضافہ ہوجائے گا۔ منقبت نعت ہی کی خوش بو سے تیار ہوتی ہے۔ یہ فن کسی سہارے کی تلاش میں ہے۔ اصنافِ شعری میں منقبت سب سے غریب صنفِ سخن ہے۔ اس کی غربت پہ کبھی کسی نے توجہ نہیں دی۔ یہ فن نعت ہی کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ نعت گو شعرا نے بھی کبھی اس کو قابلِ توجہ نہیں سمجھا۔ اسے بحیثیت فن کے متعارف کرانے کی کبھی کوشش نہیں ہوئی جب کہ منقبت ہر صاحبِ دیوان شاعر کی حویلی میں نعت کے پہلو میں جگہ پاتی رہی ہے۔

راقم الحروف نے اب تک قریب تین سو سے زائد مناقب کہے ہیں۔ اسلام کی مختلف بڑی شخصیات کی بارگاہوں میں ہم نے خراجِ عقیدت پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کوشش ہنوز جاری ہے، ان شاء اللہ بہت جلد خالص مناقب پر مشتمل ہمارا شعری مجموعہ منظرِ عام پر آنے والا ہے، ہماری معلومات کی روشنی میں مناقب پر مشتمل پہلا ضخیم شعری مجموعہ ہوگا، منقبت کو فن کی حیثیت سے متعارف کرانے کی ہماری بہت دنوں سے کوشش جاری ہے، ہمارے ساتھ مجبوری یہ ہے کہ ہم ہجرت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہاں بات کرنے کو بھی زبان ترستی ہے۔ اگر ہم اپنے وطن میں ہوتے تو اس حوالے سے بہت کچھ کر جاتے۔

بہرکیف! صرف قرآن مجید سے مناقب پر مشتمل آیات اور ان کی تفاسیر جمع کر دی جائیں تو مجلدات تیار ہوسکتی ہیں۔ قرآنِ مقدس میں علما، فقہا، شہدا، صدیقین اور صالحین کی بات کیا کہیں عام مومنین کے مناقب کے بکثرت نمونے موجود ہیں، قرآنِ مقدس نے مراتب کا بہرصورت خیال رکھا ہے اور ہم مراتب کا خیال نہیں رکھتے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی۔ اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ قرآن سے میں نے منقبت نگاری سیکھی۔ ''حدائق بخشش'' میں مناقب کے نمونے بھی ہیں۔ اعلیٰ حضرت تاحیات قرآن مجید فرقان حمید سے نور اخذ کرتے رہے۔ ان کی حیات کی کوئی سانس قرآنی منشا و مزاج کے خلاف نہیں۔ ان کی ولادت مسلمانوں میں قرآنی نظام ہی قائم کرنے کے لیے ہوئی تھی۔ مناقب کے حوالے سے انھوں نے قدم قدم پر قرآنی اصولوں کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ مناقب کے باب میں اعلیٰ حضرت نے بھی مراتب کا خیال رکھا ہے۔ پہلے قرآنِ حکیم کے اندازِ مناقب نگاری کے چند نمونے ذیل میں پیش کرتے ہیں پھر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز اور دوسرے نمائندہ شعرا کے دواوین سے نمونے پیش کریں گے۔

سورۂ فاتحہ قرآنِ حکیم کی پہلی سورت ہے۔ اس سورت کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر نمازی مسلمان پانچوں وقت نماز میں اس کی تلاوت کا التزام کرتا ہے۔ بغیر اس کی تلاوت کے کوئی بھی نماز کامل نہیں ہوگی۔ اس پوری سورت کی حیثیت دعا کی ہے۔ اس سورت میں حمدِ الٰہی بھی ہے، نعتِ مصطفیٰ بھی اور صالحین، عابدین، خاشعین اور متقین کی منقبت بھی ہے۔ پوری سورت کا ترجمہ ذیل میں ملاحظہ کریں:

''سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا، بہت مہربان رحمت والا، روزِ جزا کا مالک، ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں، ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا، نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔'' (ترجمہ کنز الایمان)

مذکورہ سورت میں دو آیتیں ایسی ہیں جن کا تعلق مناقب سے ہے اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ہم کو سیدھا راستہ چلا صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ سے کیا مراد ہے، ایک جگہ سیدی اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''عمرو کا قول کہ شریعت چند احکام فرض و واجب و حلال و حرام کا نام ہے محض اندھا پن ہے۔ شریعت تمام احکام جسم و جان و روح و قلب و جملہ علوم الٰہیہ و معارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے لہٰذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے۔ اگر شریعت کے مطابق ہوں حق و مقبول ہیں ورنہ مردود و مخذول، تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے۔ شریعت ہی مناط و منار ہے۔ شریعت ہی محکم ہے۔ شریعت ''راہ'' کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ علی صاجبہا افضل الصلوٰۃ والتحیہ کا ترجمہ محمد رسول اللہ ﷺ کی راہ، یہ قطعاً عام و مطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص، یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثبات و استقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا کہ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ! ہم کو محمد ﷺ کی راہ چلا ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس و امام ابو عالیہ و امام حسن بصری رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: الصراط المستقیم رسول اللہ ﷺ و صاحباہ رواہ عن ابن عباس الحاکم فی صحیحہ و عن ابی العالیہ من طریق عاصم الاحول عنہ عبد بن حمید و ابناء جریج و ابی حاتم و عدی و عساکر و فیہ فذکرنا ذالک للحسن فقال صدق ابو العالیہ و نصح۔

صراطِ مستقیم محمد ﷺ اور ابوبکر صدیق و عمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اس کو حاکم نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور ابوالعالیہ سے بطریق عاصم الاحول ان سے عبد بن حمید اور جریج و ابی حاتم و عدی اور عساکر کے بیٹوں نے اور اس میں ہے کہ ہم نے یہ حدیث حسن ذکر کی تو انھوں نے فرمایا ابوالعالیہ نے خالص سچ کہا۔ یہی وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے۔ قرآنِ عظیم میں فرمایا ان ربی علی صراط مستقیم! بے شک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔ (القرآن الکریم ۱۱/۵۶)

یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف بددین و گمراہ ہے۔ قرآن عظیم نے فرمایا: وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِهٖ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ۔ (شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کر کے فرماتا ہے) اور اے محبوب تم فرماؤ کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمھیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔'' (القرآن الکریم ۶/۵۲)

دیکھو قرآن مجید نے صاف فرما دیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ اور اس کے سوا آدمی جو راہ چلےگا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا۔''

(مقال العرفان باعزاز شرع و علما، ص ۶/۵)

قرآنِ حکیم کی دوسری سورت سورۂ بقرہ ہے، یہ سورت قرآنِ حکیم کی سب سے طویل سورت ہے۔ اس سورت میں بکثرت آیات ہیں جو خالص مناقب پر مشتمل ہیں، مناقب پر مشتمل صرف سورہ بقرہ سے آیات اکٹھا کر دی جائیں تو ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہو جائے۔ ہمارا دانشور طبقہ مناقب کے حوالے سے کبھی سنجیدہ نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقدس فن کی خیریت تک پوچھی نہیں جاتی۔ برخلاف اس کے دیگر اصنافِ شعری پر خوب داد و

تحسین دی جاتی ہے۔ بہر حال فن منقبت نگاری ہماری شدید تر توجہ چاہتا ہے۔ اگر اہلِ زبان وقلم کی توجہ ہوجاتی ہے تو اس میں جو بے اعتدالیاں در آئی ہیں، آہستہ آہستہ ختم ہوجائیں گی۔ اس حوالے سے منظم انداز میں تحریک چلانے کی ضرورت ہے۔ سورۂ بقر کی ابتدائی آیات کا ترجمہ اور ان کی مختصر تفسیر ذیل میں ملاحظہ کریں:

''وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہی۔ اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمھاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں۔'' (کنزالایمان)

مذکورہ آیات میں خطاب مومنین ہی سے ہے اور ہر آیت سے مومنین، صالحین اور متقین کے مناقب کی راہیں کھلتی ہیں، اگر ہر آیت کی تفسیر بیان کی جائے تو مقالہ کافی طویل ہوسکتا ہے، ہمارے پاس فی الوقت اتنا وقت بھی نہیں ہے۔

اگر وقت میں گنجائش ہوتی اور طبیعت میں شادابی تو اس عنوان کا حق ادا ہوسکتا تھا۔ ہم اہلِ زبان و ادب کو اس فن کی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہوجاتے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ فن کا کوئی عقیدہ نہیں ہوتا۔ عقیدے کا رشتہ فن کار سے ہوتا ہے۔ اس لیے عقیدے کی بنیاد پر فن سے نظریں پھیر لینا جہالت و نادانی ہے۔ مقامِ افسوس یہ ہے کہ عقیدے کی بنیاد پر فن کو رد کردینا اہل ادب کی ریت بن چکی ہے۔ بہر حال قرآن مقدس کی مذکورہ آیات میں ایک آیت ہے ھدیً للمتقین اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔ اس آیت کی مختصر تفسیر ذیل میں ملاحظہ کریں:

ھدیً للمتقین: اگرچہ قرآنِ کریم کی ہدایت ہر ناظر کے لیے عام ہے، مومن ہو یا کافر جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ھدیً للنّاس، لیکن چوں کہ انتفاع اس سے اہل تقویٰ کو ہوتا ہے اس لیے ھدیً للمتقین ارشاد ہوا۔ جیسے کہتے ہیں بارش سبزہ کے لیے ہے۔ یعنی منتفع اس سے سبزہ ہوتا ہے اگرچہ بے گیاہ زمین پر بھی بارش برستی ہے۔ تقویٰ کے کئی معنی آتے ہیں۔ نفس کو خوف کی چیز سے بچانا اور عرف شرع میں ممنوعات چھوڑ کر نفس کو گناہ سے بچانا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا متقی وہ ہے جو شرک و کبائر وفواحش سے بچے۔ بعض نے کہا متقی وہ ہے جو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھے۔ بعض کا قول ہے کہ تقویٰ حرام چیزوں کا ترک اور فرائض کا ادا کرنا ہے، بعض کے نزدیک معصیت پر اصرار اور طاعت پر غرور کا ترک تقویٰ ہے۔ بعض نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھے وہاں نہ پائے جہاں اس نے منع فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کا نام ہے (خازن) یہ تمام معنی باہم مناسبت رکھتے ہیں اور مآل کے اعتبار سے ان میں کچھ تعارض نہیں۔

تقویٰ کے مراتب بہت ہیں۔ عوام کا تقویٰ ایمان لا کر کفر سے بچنا، متوسطین کا اوامر ونواہی کی اطاعت، خواص کا ہر ایسی چیز کو چھوڑنا جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے (جمل)۔ حضرت مترجم قدس سرہ نے فرمایا کہ تقویٰ سات قسم ہے۔ (۱) کفر سے بچنا یہ بفضلہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ (۲) بدمذہبی سے بچنا یہ ہر سنی کو نصیب ہے۔ (۳) ہر کبیرہ سے بچنا۔ (۴) صغائر سے بھی بچنا۔ (۵) شبہات سے احتراز۔ (۶) شہوات سے بچنا۔ (۷) غیر کی طرف التفات سے بچنا۔ یہ اخص الخواص کا منصب ہے۔ اور قرآنِ مقدس ساتوں مرتبوں کا ہادی ہے۔ ''الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ'' یہاں سے مفلحون تک آیتیں مومنین بااخلاص کے حق میں ہیں جو ظاہراً و باطناً ایمان دار ہیں۔

مناقب کے حوالے سے قرآن حکیم سے بکثرت نظیریں پیش کی جاسکتی ہیں۔ قرآن حکیم کا کوئی پارہ، کوئی سورہ اور کوئی رکوع ایسا نہیں ہے جس سے مناقب کا پہلو نہ نکلتا ہو قرآنِ مقدس کی آیات کی روشنی میں عناوین بھی قائم کیے جاسکتے ہیں۔ جیسے مناقبِ اہل بیت، مناقبِ صدیق اکبر، مناقبِ فاروق اعظم، مناقبِ عثمان غنی، مناقبِ مولائے کائنات، مناقبِ امہات

المومنین، مناقبِ صحابہ، مناقبِ شہدا، مناقبِ صالحین وغیرہ وغیرہ۔

قرآنِ مقدس انسانوں کے لیے نشانِ منزل بھی ہے، نظامِ زندگی بھی ہے اور دستورِ حیات بھی اور مومنوں کے لیے شفا بھی ہے اور رحمت و ہدایت بھی۔ قرآنِ عظیم میں مومنین کے مناقب کا اچھا خاصا تسلسل ہے۔ ہم قرآنِ حکیم کے ان گوشوں پر توجہ نہیں دیتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اطاعت شعار بندوں سے کتنی محبت فرماتا ہے اس کا اندازہ لگایا نہیں جاسکتا۔ اگر مومنین سے محبتِ الٰہی کا جلوہ دیکھنا ہو تو قرآنِ مقدس کے گیارہویں پارہ کے دوسرے رکوع کی مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ اور اس کی مختصر تفسیر ملاحظہ کریں:

''اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوٰلَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ ترجمہ: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کی مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔'' (کنزالایمان)

آیتِ مذکورہ کی مختصر تفسیر

راہِ خدا میں جان و مال خرچ کر کے جنت پانے والے ایمان داروں کی ایک تمثیل ہے جس سے کمال لطف و کرم کا اظہار ہوتا ہے کہ پروردگارِ عالم نے انھیں جنت عطا فرمانا ان کے جان و مال کا عوض قرار دیا اور اپنے آپ کو خریدار فرمایا یہ کمال عزت افزائی ہے کہ وہ ہمارا خریدار بنے اور ہم سے خریدے کس چیز کو جو نہ ہماری بنائی ہوئی نہ ہماری پیدا کی ہوئی۔ جان ہے تو اس کی پیدا کی ہوئی، مال ہے تو اس کا عطا فرمایا ہوا۔

شانِ نزول

جب انصار نے رسولِ کریم ﷺ سے شبِ عقبہ بیعت کی تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ اپنے رب کے لیے اور اپنے لیے کچھ شرط فرما لیجیے جو آپ چاہیں۔ فرمایا میں اپنے رب کے لیے تو یہ شرط کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لیے یہ کہ جن چیزوں سے تم اپنے جان و مال کو بچاتے اور محفوظ رکھتے ہو اس کو میرے لیے بھی گوارا نہ کرو۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟ فرمایا جنت۔ (خزائن العرفان)

منقبت کو سمجھنے اور برتنے کے لیے قرآنِ حکیم کا پیشِ نگاہ ہونا ازبس ضروری ہے۔ منقبت نگاری کا چلن بہت عام ہے۔ خانقاہوں میں اس فن کا خوب مظاہرہ ہوتا ہے۔ شعرا حضرات منہ مانگی مرادیں پاتے ہیں۔ یہاں فن کی رعایت ہوتی ہے نہ مراتب پیشِ نظر ہوتے ہیں۔ ہر شاعر اپنے ممدوح کو عرش نشیں بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر صداقت کا چہرہ گرد آلود ہو جاتا ہے۔ اگر حفظِ مراتب کا خیال رکھا جائے اور اصولوں کی رعایت کی جائے تو فن کا چہرہ شاداب ہوگا اور روایتوں کا دل میں احترام پیدا ہوگا۔ اس لئے منقبت نگاری پہ مسلسل جد و جہد کی ضرورت ہے۔

◆◆◆

ص ۵۴ / کا بقیہ..........................

لیکن حفظ میں پڑھنے والے طلبا کو کم وقت میں کامیابی سے ہم کنار کرانے کے لئے بڑا دلفریب ہے۔

یہاں کسی بھی بچے کو دستار حفظ و قرأت اسی وقت دی جاتی ہے جب وہ ایک بیٹھک میں پورا قرآن پاک سنا دیتا ہے اور خوشی کی بات تو یہ ہے کہ جب بچے ایک بیٹھک میں پورا قرآن سنا دیتے ہیں تو ان کی حوصلہ افزائی کے لیے مدرسے کی جانب سے بالکل مفت میں سلطان الہند خواجہ خواجگان حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحم اللہ تعالیٰ علیہ کے بارگاہ کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ ہر سال کی طرح امسال بھی سولہ بچوں نے ایک ہی بیٹھک میں پورا قرآن پاک سنا کر شہزادہ حضور فاتح بلگرام حضرت علامہ سید محمد بادشاہ میاں اطال اللہ عمرہ کے دست مبارک سے حفظ و قرأت کی دستار و سند حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حفاظ کرام کے علم و عمل، عمر میں خوب برکتیں عطا فرمائے ان کے جملہ اساتذہ کرام و والدین عظام کو دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔

رپورٹ: محمد شاہ مخدوم رضا اشرفی جامعی، الجامعۃ الرضویہ کلیان ممبئی

◆◆◆

٭ مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

از: غلام مصطفےٰ رضوی *

ملتِ اسلامیہ کی رہنمائی میں امام احمد رضا کی فکری تحریکات

ایک دانش ور کا قول ہے:

''اسلام نے ملت کی تشکیل وترتیب کسی اتفاقی اور حادثاتی نسبت سے نہیں بلکہ شعوری سطح پر ایک عقیدہ، اخلاق اور دین کے حوالے سے کی ہے۔''

در اصل یکساں عقیدہ اور اخلاق رکھنے والے افراد کے اجتماع کو ہی ملت کہتے ہیں، اور مغرب جسے Nation کا نام دیتا ہے، وہ تصورِ ملت سے سراسر الگ ہے، Nation ایک محدود تصور کا نام ہے؛ جس میں بنیادی طور پر طبقاتی حدود، معاشی حدود، لسانی اور نسلی حدود نے ان کی قومیت میں اجتماعیت کا فقدان پیدا کر دیا ہے اور یہ خلیج اس لئے پیدا ہوئی کہ ان کی قومیت کے تانے بانے (Texture) میں مذہب کا دخل نہ تھا؛ جب کہ اسلام کا تصور وحدانیت اور رسالت کا اقرار اجتماعیت پیدا کرتا ہے۔ اس کا جزو لاینفک ''محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے، جس کے ذریعے ملتِ واحدہ تشکیل پاتی ہے، اخلاق اور تمدن بھی اسی کے پرتو ہیں۔

عشق رسول سے جب تک مسلمان معمور رہے کامیابی قدم چومتی رہی، باطل وطاغوتی قوتیں مسلمانوں کے اتحاد کو نہ توڑ سکیں، اس لیے کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت نے مسلمانوں کو لسانی، ارضی، نسلی وغیرہ حدود و قیود سے آزاد کر کے ملت کی تشکیل کا احساس وشعور عطا کیا تھا اور جب اس محبت کو دلوں سے نکالنے کے لیے اقوامِ مغرب بالخصوص یہود و نصاریٰ نے داخلی وخارجی ذرائع سے منصوبے تیار کئے تو ملت افتراق و انتشار کی راہ پر جا پڑی۔

اقبالؔ نے ملت کی اساس جسے وہ روشنی سے تعبیر کرتے ہیں ''عشق نبوی'' کو قرار دیا: ؎

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

امام احمد رضا مسلمانوں کی اجتماعیت کے خواہاں تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اسلام کے احکام کا پابند ہو جائے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم قلب ونظر اور فکر وخیال میں بسا لے تا کہ پھر ماضی سے رشتہ استوار ہو جائے۔ امام احمد رضا کا ایک پیغام تھا ''محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' یہی امام احمد رضا کا نقطۂ نظر (Point of view) تھا۔ وہ قافلۂ اسلام کے حُدی خواں ہیں، ان کا شعور، اُلفتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا سے عبارت ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ؎

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

یہ شعر بظاہر مختصر ہے لیکن اس میں وحدتِ ملّی کا پورا فلسفہ مستور ہے، ایک جگہ آپ رقم طراز ہیں:

''ایمان ان کی (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی) محبت وعظمت کا نام اور مسلمان وہ، جس کا کام ہے، نام خدا کے ساتھ ان کے نام پر تمام۔۔۔''

امام احمد رضا نے ملت کی تشکیل تمام شعبۂ حیات کو مدِ نظر رکھ کر محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد پر کی۔ وہ بیسویں صدی کا ابتدائی دور تھا۔ اس وقت بہت سے فرقے وجود پا چکے تھے، دنیا میں معاشی انقلاب رونما ہو رہا تھا، بلادِ یورپ ومغرب مضبوط معیشت کے قیام کے لیے عالمی منصوبے ترتیب دے رہے تھے، وہ دنیا پر سائنس وٹکنالوجی اور دیگر علوم وفنون کے ذریعے معاشی استحکام اور غلبہ چاہتے تھے، قومِ یہود عالمی نظامِ بینک کو کنٹرول کرنا چاہ رہی تھی۔

* مضمون نگار نوری مشن مالےگاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

رضویات

اس وقت امام احمد رضا محدث بریلوی نے مسلمانوں کو اپنی مضبوط معیشت کے قیام کے لیے دعوتِ فکر دی تھی اور اس سلسلے میں منصوبہ سازی کی تھی (تفصیل کے لیے آپ کی تصنیف ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' دیکھیں) ۶۵ر سے زائد علوم و فنون پر مشتمل علمی ذخائر قوم کو عطا کیے؛ جن کا ماخذ و منبع قرآن مقدس اور احادیث طیبہ تھے۔

امام احمد رضا نے اپنی تعلیمات میں سائنس و ٹکنالوجی اور دیگر علوم وفنون کی بنا ''دین وایمان'' پر رکھی، بدلتے ہوئے افکار کے دھارے میں تعلیماتِ امام احمد رضا مسلمانوں کی متاعِ گم گشتہ کو واپس دلا رہی ہیں، وہ متاع ''محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے جو مسلمانوں کو جہاں گیر و جہاں باں بناتی ہے۔ متفرق فکر وخیال اور نظریات کے طوفان نے ملت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد :

''ہر لٹریچر اپنے ساتھ فکر وخیال کی ایک دنیا لے کر چلتا ہے؛ اس لیے گزشتہ صدی میں مغربی نصاب نے ہمارے ملی اور فکری ڈھانچہ کو بکھیر کر رکھ دیا...''

اسی لیے امام احمد رضا نے مغربی نظامِ تعلیم کی مذمت کی ہے، فرماتے ہیں:

''ہیہات ہیہات (افسوس افسوس) اسے علم سے کیا مناسبت، علم وہ ہے جو مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ ہے، نہ وہ جو کفار یونان کا پس خوردہ۔''

امام احمد رضا نے ہر اس فکر کی نشان دہی کی جس کے ذریعہ فکر اسلامی کو نقصان پہنچ رہا تھا یا جو ایمان وعمل کو کمزور کرنے کا موجب تھی، اسلامی خیالات کو تب وتاب عطا کرنے والے لٹریچر آپ نے عطا کیے؛ جن پر اب عصری اداروں اور یونی ورسٹیوں میں ریسرچ ہو رہی ہے۔

عصر حاضر میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ عالمی زبانوں میں امام احمد رضا کی کتابوں کے تراجم کیے جائیں اور اقوام عالم میں انہیں عام کیا جائے۔ اس سلسلے میں اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی وعربی زبانوں میں بھی امام احمد رضا کی تصانیف کی اشاعت کی ضرورت ہے؛ بعض عالمی اداروں نے پیش رفت کی ہے جو لائق تحسین ہے۔ عالمی سطح پر مسلمانوں کی پسماندگی دور کرنے اور تعلیم وتعلّم سے ٹوٹے ہوئے سلسلے کی استواری کے لیے امام احمد رضا کے پیغام ونظریات کا ابلاغ از حد ضروری ہے، برطانوی دانش ور کیمبرج یونی ورسٹی برطانیہ کے نومسلم پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون (م ۱۹۹۸ء) فرماتے ہیں:

''حضرت امام احمد رضا بریلوی اس علمی روایت کے لیے سامنے آئے جو مغرب میں اپنی موت مر چکی ہے، ان کا مقصد علم کو ممکنہ حد تک وسیع کرنا تھا۔ ایسا علم جس کا محور اسلامی فنون سے پھوٹنے والی دانش وحکمت تھی۔ ایسا علم جس کا ایک ہزار سالہ قدیم روایت سے گہرا رابطہ تھا...''

امت مسلمہ کی بازیابی کے لیے امام ممدوح نے اس وقت کام یاب کاوشیں کیں جب مغرب نے شمشیر وسناں کی بجائے علمی وتہذیبی اور فکری وعمرانی حملے ملت پر کیے۔ وسائل علم ہوں یا حیاتیاتی شعبہ جات ہر جگہ تہذیب وتمدن، ثقافت وروایات کے گہرے اثرات ملتے ہیں، مادیت اور مغربی علوم کے ساری دنیا میں بڑھتے ہوئے اثر ونفوذ سے ان کی تہذیب وکلچر کے اثرات رفتہ رفتہ مسلمانوں پر ہونے لگے، امام احمد رضا اسی لیے ہر سطح پر اور ہر جہت سے مسلمانوں کو اسلام کا تابع و پابند دیکھنا چاہتے تھے کہ جب زندگی اسلامی احکام کے مطابق بسر ہوگی تو دوسروں کی تہذیب، تمدن، آئیڈیالوجی اور نظریات مسلمانوں کی فکر وبصیرت اور قلب وذہن پر مرتسم نہ ہوسکیں گے۔

اس نہج پر امام احمد رضا کی تصنیفات وتالیفات کی ترویج و اشاعت اور ان کی تشہیر وترسیل وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ پھر امام احمد رضا کے پیغامات کے ذریعے عامۃ المسلمین میں محبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پھونکی جا سکے اور ملتِ واحدہ کی تشکیل ممکن ہو سکے، موجودہ حالات کے تناظر میں امت مسلمہ میں فکری اتحاد اور قوتِ عمل کی بے داری کے لیے آپ کے علمی وفکری شہ پارے مطالعہ کیے جائیں تاکہ حوصلوں کو عزم جواں ملے۔

◆◆◆

منظومات

جلوۂ اسوہ سرکار خیالوں میں رہے

(از: محبوب گوہر اسلام پوری

جلوۂ اسوہ سرکار خیالوں میں رہے
ان کے کردار کی تنویر مثالوں میں رہے

اس کی بوندوں سے بہاروں کی ہوئی نشو ونما
روغنِ نور جو سرکار کے بالوں میں رہے

کیا کرے ظلمتِ پُرہول تعاقب اس کا
جو ہمہ وقت تقدس کے اجالوں میں رہے

ان کی مدحت نے بلندی کی وہ دنیا بخشی
کتنے بے وقعت عالم بھی کمالوں میں رہے

شاتمان شہ بطحا کی ہے تشویش عجب
وہ ہر اک وقت گھرے سخت سوالوں میں رہے

ہم بھی تو ان کی عنایات کے گرویدہ ہیں
ہم بھی تو ان کے سدا چاہنے والوں میں رہے

جن کا عنواں ہو معراج محمد کی اساس
وسعت فکر نہ کیوں ان کے مقالوں میں رہے

بقیہ ص ۲۴ ر پر

چرخِ دیں کے مہرِ تاباں ہیں امام احمد رضا

(از: علامہ سید اولاد رسول قدسی

چرخِ دیں کے مہرِ تاباں ہیں امام احمد رضا
روحِ سنت جانِ ایماں ہیں امام احمد رضا

ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ناپاک باطل کا مشن
عظمت حق کے نگہباں ہیں امام احمد رضا

ان کی تصنیفات کی خوشبو ہے پھیلی ہر طرف
علم وحکمت کے گلستاں ہیں امام احمد رضا

ان کی تحقیقات تھی ہے اور رہے گی بے بدل
کشور افکار کی شاں ہیں امام احمد رضا

کوئی طاقت دوران سے کر نہیں سکتی ہمیں
درد قلب وجاں کے درماں ہیں امام احمد رضا

کیوں نہ خم ہو روبروان کے فضائل کی جبیں
کوہِ القابِ نمایاں ہیں امام احمد رضا

عظمتیں کرتی ہیں ان کے کارناموں کو سلام
آبروئے عشق وعرفاں ہیں امام احمد رضا

بقیہ ص ۱۹ ر پر

پھر مجھے گنبد خضریٰ کی زیارت ہوگی

(از: قاری نعیم الدین قادری گلا بپوری

میرے محبوب کی جب نظرِ محبت ہوگی
پھر مجھے گنبد خضریٰ کی زیارت ہوگی

جن کے دل میں مرے آقا کی محبت ہوگی
ایسے لوگوں کی قیامت میں شفاعت ہوگی

جس عبادت میں نہیں عشقِ شہنشاہِ عرب
رب کو منظور نہیں ایسی عبادت ہوگی

انبیا اور رسل غوث وقطب، فرد بشر
حشر میں سب کو شہِ دیں کی ضرورت ہوگی

نارِ دوزخ میں جلے گا وہ بروزِ محشر
جس کے دل میں مرے آقا کی عداوت ہوگی

بقیہ ص ۲۷ ر پر

اہلِ سنت کے لیے شوکت امام احمد رضا

(از: سید خادم رسول عینی، بھدرک

ہیں نقی کے باغ کی نکہت امام احمد رضا
اہلِ ہندوستان کی عظمت امام احمد رضا

ہیں خدا کی اک بڑی نعمت امام احمد رضا
اہلِ سنت کے لیے شوکت امام احمد رضا

دیکھ کر دیوان ان کا بولا ایوانِ ادب
نازشِ علم و ادب حضرت امام احمد رضا

حفظِ ناموسِ رسالت کے لیے تھے وقف وہ
اسی کے ہیں حامل رفعت امام احمد رضا

ہند کا حسان ان کو کہتے ہیں اہلِ خرد
یوں ہیں مداح شہ خلقت امام احمد رضا

بقیہ ص ۱۹ ر پر

سرزمین ناسک پر پہلی بار جشن یوم امام اعظم

مورخہ یکم فروری 2025ء مطابق 2 رشعبان المعظم 1446ھ بروز سنیچر شہر ناسک کے مفتی ساز مرکزی ادارہ امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر ناسک وجماعت رضائے مصطفی شاخ ناسک کے زیر اہتمام میرج کرنگرنز دسہیا دری ہاسپٹل وڈالا روڈ میں اپنی نوعیت کا منفرد اور ایک عظیم الشان اجلاس بنام جشن یوم امام اعظم منعقد ہوا. اس سرزمین کا یہ اجلاس خطیب شہر ناسک الحاج حافظ حسام الدین اشرفی کی قیادت اور فاضل علوم اسلامیہ فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی مشتاق احمد امجدی کی پاکیزہ صدارت میں منعقد ہوا، جب کہ نظامت کے فرائض محب گرامی قدر حضرت مولانا عرفان رضا قادری نے انجام دی۔

اس بابرکت محفل میں علم وعرفان کی روشنی بکھیری گئی، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ، آپ کے علمی مقام ومرتبہ اورامت مسلمہ پر ان کے احسانات کو اجاگر کیا گیا، محفل کا آغاز بعد نماز عشا فوراً عمل میں آیا سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی گئی جس میں مقامی ثنا خوانوں نے بارگاہ رسالت مآب میں نہایت عقیدت ومحبت کے ساتھ نعت شریف کے سوغات پیش کیے۔

بعدہ امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر کے ہونہار ریسرچ اسکالر حضرت مولانا محمد رضا امجدی نے بہترین انداز میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی سیرت وشخصیت پر تفصیلی بیان کیا، انہوں نے امام اعظم کے علمی کمالات، زہد وتقویٰ، فقہی بصیرت اور امت پر ان کے احسانات پر روشنی ڈالی، جس سے سامعین بے حد مستفید ہوئے، بعد ازاں، صدر باوقار فاضلِ علوم اسلامیہ حضرت مفتی مشتاق احمد امجدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اپنا صدارتی خطبہ پیش کیا، آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں اس محفل نور کے انعقاد کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی نیز فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے دین کے مسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں جس انداز سے مرتب کیا ہے وہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے، مذہب امام اعظم کو اللہ عزوجل نے اتنی شہرت ومقبولیت بخشی ہے کہ تقریباً ہر دور میں مذہب حنفی ہی مملکت اسلامیہ کا سرکاری مذہب رہا ہے۔

اس بابرکت محفل کی رونق کو مزید دوبالا کرنے کے لیے خلیفہ حضور تاج الشریعہ، حضرت مفتی جلال الدین صاحب قبلہ (سابق استاد جامعہ اشرفیہ مبارک پور) خصوصی طور پر تشریف لائے اور اپنے خصوصی خطاب وبیان سے سامعین کو نوازا آپ نے اپنے عالمانہ خطاب میں امام اعظم کی عبقریت اور آپ کے مدارج وکمالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور امت مسلمہ پر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے احسانات کو عوام کے سامنے واضح کیا۔ ان کے بیان میں علمی گہرائی اور فکری وسعت نے سامعین کے دلوں کو روشنی بخشی اور امام اعظم کی شخصیت سے مزید قریب کر دیا، آپ نے فرمایا حضرت مفتی مشتاق احمد امجدی صاحب نے یاد امام اعظم کی جو بنیاد ڈالی وہ نہ صرف لائق ستائش اور قابل تقلید ہے بلکہ ناسک کی تارخ میں ایک سنہرے باب کا خوب صورت اضافہ ہے, اللہ پاک ان کی اس دور اندیشی اور پاکیزہ قیادت کو سلامت رکھے، ان شاء اللہ جب تک حیات باقی ہے فقیر اس جشن میں ہر سال پابندی سے شرکت کرے گا اور ہر سال اس جشن کے لیے گیارہ سو روپے کی نذر پیش کرتا رہے گا۔

بعدہ آپ کے مبارک ہاتھوں سے فاضل محقق مفتی مشتاق احمد امجدی حفظہ اللہ کی تازہ ترین تصنیف ’’برکات امام اعظم‘‘ کی رونمائی عمل میں آئی اور اس کتاب کا پہلا نسخہ خطیب شہر ناسک الحاج حسام الدین اشرفی دام ظلہ کی خدمت میں پیش کیا گیا جبکہ دوسرا نسخہ محبوب العلما حضرت مفتی محبوب عالم رضوی دامت فیوضہم کو دیا گیا۔

یقیناً مفتی مشتاق احمد امجدی دامت برکاتہم العالیہ کی ذات محتاج تعارف نہیں، آپ اپنی خدمات جلیلہ سے پہچانے جاتے ہیں، پچھلے کئی سالوں سے علمی حلقوں میں آپ کے کارہائے نمایاں نے بیش بہا اضافہ کیا ہے، انہیں میں سے برکات امام اعظم ایک قیمتی سرمایہ اور عوام وخواص سب کے لیے یکساں افادیت کا حامل

ہے۔ اپ کی یہ قلمی خدمت قابل داد وتحسین ہے اور ہم حضرت کی خدمت میں ہدیہ تبریک وتہنیت پیش کرتے ہیں۔ رب کریم آپ کے اقبال مزید بلند فرمائے۔

بعدہ مفتی صاحب قبلہ نے دستور اہل سنت کے مطابق تمام معزز مہمان کا پرتپاک استقبال کیا اور سبھوں کی خدمت میں تحائف پیش کیے گئے، بعدہ صلوٰۃ وسلام اور مفتی جلال الدین صاحب کی خصوصی دعا پر یہ نورانی اجتماع اختتام پذیر ہوا اور لنگر امام اعظم تقسیم کیا گیا۔

اس جشن میں عوام وخواص نے کثیر تعداد میں شریک ہو کر اپنے امام ومقتدا کی بارگاہ میں اپنا اپنا خراج عقیدت پیش کیا، بالخصوص مندرجہ ذیل علما وائمہ اور عمائدین رونق اسٹیج تھے، خطیب شہر الحاج حافظ حسام الدین اشرفی، مفتی محبوب عالم رضوی، حضرت علامہ مفتی رحمت علی امجدی، حضرت مولانا مبشر حسن نوری، حضرت مولانا محمود رضا امجدی، حضرت مولانا ربیع العالم ضیائی، اساتذۂ جامعہ اہل سنت صادق العلوم، حضرت مولانا عقیل احمد مصباحی، حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب، اساتذۂ دار العلوم غوث اعظم، کوکنی پورہ ناسک، حضرت مولانا ابرار رضا علیمی، صدر المدرسین: مدرسہ غوثیہ فیضان مدار، وڈالا گاؤں، حضرت قاری رضی اللہ رضوی، مدرسہ قادریہ فیضان تاج الشریعہ وڈالا گاؤں، حضرت قاری زاہد حسین صاحب اشرفی، خطیب وامام عائشہ مسجد ناگجی، حضرت مولانا عبدالرشید صاحب برکاتی قصبہ سکینہ، حضرت مولانا عبدالعزیز، مولانا صدام حسین، مولانا شہروز، مولانا عرفان، حضرت حافظ جیش محمد رضوی، حضرت قاری صفی اللہ رضوی اساتذۂ ادارہ ہذا، حضرت مولانا حماد رضا حنفی، حضرت مولانا امتیاز احمد امجدی، حضرت مولانا فخر عالم امجدی، حضرت مولانا محفوظ الرحمن امجدی، حضرت مولانا انس رضا امجدی، حضرت مولانا اشرف رضا مصباحی، حضرت مولانا ابرار رضا امجدی، متخصصین ادارہ ہذا، وغیرہم، سامعین وحاضرین اس جشن سے خوب خوب محظوظ ہوئے اور پہلی بار انہیں اتنی تفصیل کے ساتھ امام اعظم کی سیرت وسوانح اور آپ کے احسانات کو سننے کا موقع نصیب ہوا۔

یقیناً ۲ رشعبان المعظم کی مناسبت سے اپنی نوعیت کا یہ پروگرام بے مثال اور تاریخ ساز تھا اور ہر سال ناسک کی سر زمین پر یاد امام اعظم کی یہ مقدس محفل منعقد کی جاتی رہے گی۔ ان شاء اللہ العزیز جلد ہی اس سرزمین پر ناسک کے اس مفتی ساز ادارہ کے زیر اہتمام امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلودار اور شش جہات شخصیت اور امت مسلمہ پر آپ کے احسانات پر ایک عظیم سمینار کا اعلان کیا جائے گا۔

رپورٹ: محمد عبید رضا حنفی متعلم درجہ تخصص سال اوّل
امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک

◆◆◆

جامعہ قادریہ کنز الایمان کا انیسواں جشن دستار حفظ وقرأت

مورخہ ۱۶ رشعبان المعظم ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۵ رفروری ۲۰۲۵ء بروز سنیچر بعد نماز عشا فوراً عروس البلاد ممبئی کا مشہور ومعروف شہر اندھیری اسٹیشن کے قریب سید معصوم علی درگاہ سدا بہار محلہ جوہو گلی کا شہریت یافتہ ادارہ "جامعہ قادریہ کنز الایمان" کے وسیع عریض گراؤنڈ میں حفظ وقرأت کا انیسواں سالانہ اجلاس خلیفۂ حضور قائد اہل سنت، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی (قاضی شرع بھیونڈی وصدر مفتی نوری دار الافتا سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی، وشیخ الحدیث الجامعۃ الرضویہ بیل بازار کلیان) صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا، جب کہ نظامت کے امور نقیب بے مثال حضرت مولانا طفیل احمد قادری اویسی (مہتمم مدرسہ علاء الحق پنڈوی ممبرا) انجام دیئے، اس نورانی وعرفانی محفل کی سر پرستی مخدوم المشائخ شہزادۂ فاتح بلگرام خیر الاصفیاء پیر طریقت حضرت علامہ الحاج الشاہ ڈاکٹر سید بادشاہ حسین واسطی (سجادہ نشین خانقہ عالیہ قادریہ چشتیہ صغریہ بلگرام شریف، یوپی) نے فرمائی۔

اس پُر بہار جشن کا آغاز "جامعہ قادریہ کنز الایمان" کے استاذ حضرت حافظ وقاری محمد کلام نظامی ضیائی کی مدبھری آواز میں تلاوت کلام اللہ سے ہوا، بعد تلاوت دستور اہل سنت کے

مطابق سامعین کے قلوب واذہان کو نعت پاک سے معطر کرنے کے لیے حضرت مولانا مخدوم رضا اشرفی جامعی، حضرت معراج خان فیضی واجدی، حضرت محمد افضال نوری اور محمد فضیل رضا قادری کو ایکے بعد دیگرے دعوت نعت ومنقبت دی گئی، سبھوں نے بہت ہی اچھے اور اچھوتے انداز میں بارگاہ رسالت مآب میں نعت شریف کا گلدستہ پیش کیا جس سے سامعین جھوم اٹھے۔

بعدہ باہر سے آئے ہوئے مہمان، مقرر خصوصی ناشر مسلک اعلیٰ حضرت خلیفۂ حضور تاج الشریعہ مناظر اہل سنت قاطع رافضیت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا مصباحی مجددی (دار العلوم مخدومیہ جوگیشوری ممبئی) کا انبیائے کرام واولیائے عظام سے مدد اور وسیلہ طلب کرنے کے متعلق قرآن وحدیث اور اقوال فقہائے کرام کی روشنی میں بصیرت افروز، پُر مغز اور مدلل و مفصل خطاب ہوا آپ نے دوران خطاب فرمایا کہ ہم لوگ یعنی اہل سنت وجماعت وسیلہ والے ہیں اور یہ وسیلہ جس طرح ہمیں دنیا میں کام آتا ہے اسی طرح آخرت میں بھی کام آئے گا اور بے وسیلہ والے دنیا وآخرت دونوں جگہ گھاٹے میں ہیں۔

پھر ان کے بعد جامعہ قادریہ کنز الایمان کے انیسواں سالانہ اجلاس میں حفاظ کرام کی دستار بندی کا اعلان کیا گیا اور ممبر نور پر جلوہ افروز پیر طریقت حضرت بادشاہ میاں و مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی اور وہاں تشریف فرما جملہ علمائے ذوی الاحترام کے مقدس ہاتھوں فارغین حفاظ وقرا کے سروں پر تاج زریں رکھا گیا اور انہیں سند حفظ وقرأت سے سرفراز کیا گیا، بعدہ محفل کی چاشنی کو بدلنے کے لیے نعت خواں حضرت معراج خان فیضی واجدی صاحب کو دعوت دی گئی جن کی نعت پاک کو سن کر پورے سامعین مسرور ہو گئے۔ پھر خطابت کے لیے حضرت مولانا غلام غوث اویسی صاحب (بلگرام شریف، یوپی) کو دعوت خطاب دی گئی جن کی تقریر سے امت مسلمہ کو بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کو ملا اور دوران خطاب آپ نے فرمایا کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اسی وقت سے اس پر اچھی اور بُری عادت آنا شروع ہو جاتی ہے اس لیے والدین کو چاہیے کہ جب بچہ پیٹ میں ہو اسی وقت سے نیک کام کرتے رہیں اور برے کاموں سے بچیں تاکہ کوئی غلط اثر بچوں پر نہ جائیں اور اپنی اولاد کو دین تعلیم و تربیت سے مزین کریں۔

اس کے بعد بانی کنز الایمان، ناظم اعلیٰ ناشر مسلک اعلیٰ حضرت خلیفہ حضور تاج الشریعہ وخلیفہ حضور باشاہ میاں حضرت العلام مولانا غلام ناصر رضا صاحب مدظلہ علینا نے تمام تشریف لانے والے علما، فضلا اور جملہ مہمانان کا شکریہ ادا کیا اور اپنے ادارہ کے بقا وارتقا کے لیے دعا کی درخواست کی، اس پروگرام میں لنگر غوثیہ کا بھی اہتمام تھا جس میں لوگ ابتدتا اخیر یکے بعد دیگرے تبرک کھا کر شکم سیر ہو رہے تھے۔

نوٹ: جامعہ قادریہ کنز الایمان اہل سنت و جماعت کا ایک منفرد المثال ادارہ ہے جو شعبہ حفظ میں پورے ہندوستان میں اپنی الگ شناخت رکھتا ہے، یہاں سے ہر سال تقریبا دو درجن سے زائد بچے سورہ فاتحہ تا سورہ ناس ایک بیٹھک میں سنا کر ہی حفظ قرآن کی سند سے سرفراز ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج پورے ہندوستان میں ''جامعہ قادریہ کنز الایمان'' کی کوئی نظیر نہیں اور یہاں سے فارغ شدہ طلبا ملک کے مختلف شہروں کی مساجد میں مصلیٰ تراویح میں کھڑے ہو کر شفاف اور دل موہ لینے والے انداز میں قرآن مجید سنا کر عام وخاص کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں، شعبۂ حفظ کے نظم وضبط میں جن اصول کا پایا جانا ازحد ضروری ہے وہ ''جامعہ قادریہ کنز الایمان'' کے در وبام پر نقش نظر آتا ہے، اس ادارے کا قانون بظاہر سخت ہے بقیہ ص ۴۸ ر پر

اوقاف کی نوعیت خالص مذہبی

مسلمان اس کی حفاظت کریں: مولانا شیخ اسماعیل ازہری

بزرگان دین کے یوم ولادت و یوم وصال کی اہمیت قرآن پاک سے ثابت ہے۔ اسلام میں دنوں کی اہمیت اور نسبتوں کا اکرام کیا جاتا ہے۔ ہم امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت سے محبت اس لیے کرتے ہیں کہ انھوں نے آقا کریم ﷺ کی محبت وعشق کی دولت عام کی، اس طرح کا اظہار خیال بقیہ ص ۳۳ ر پر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25

APRIL-2025
PAGES 56 WITH COVER

PER COPY : ₹ 30.0
PER YEAR : ₹ 350.0

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Barei
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Kh